مطلع الانوار

سیرت حضرت شیخ الاسلام مولانا حافظ

محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگؒ

(بانی جامعہ نظامیہ)

WWW.NAFSEISLAM.COM

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدینؒ

فہرست مضامین

www.shaikulislam.com

WWW.NAFSEISLAM.COM

www.shaikulislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسوله سید المرسلین وعلی آله واصحبه الطیبن الطاهرین۔

اماّبعدٗ ! یہ بندہ ضعیف المفتقر الی ارحم الرحمین محمد رکن الدین ناظرین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شیخی واستاذی شیخ الافضل واستاذ الاکمل قدوۃ العلماء الکرام وعمدۃ الفضلاء العظام جامع شریعت وطریقت شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ نور اللہ مرقدہ المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ استاذ حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ واعلحضرت ظلّ سبحانی مظفر الملک والمما لک نظام الملک نواب میر عثمان علی خان بہادر سلطان العلوم آصف جاہ سابع سرمیہ آرائے سلطنت دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنت واستاذ شہزادگان والاشانِ نواب اعظم جاہ بہادر ولی عہد سلطنت آصفیہ ونواب معظم جاہ بہادر اطال اللہ عمرہما صدر الصدور صوبجات دکن ومعین المہام سرکار عالی صیغہ امور مذہبی کی ذات ستودہ صفات حین حیات اہل زمن کے لئے عموماً اور اہل وطن کے لئے خصوصاً باعث فخر ومباہات تھی۔ خدائے پاک نے آپ کو حسب ونسب اور وجاہت ظاہری وباطنی میں ہر طرح سے ممتاز فرمایا تھا۔ اس

www.shaikulislam.com

امتیاز کے ساتھ آپ کے وجود باوجود سے ملک وملت کو جو فیوض وانوار حاصل ہوئے اس لحاظ سے آپ اسم بامسمیٰ تھے راقم الحروف نے ۱۳۰۸ھ سے سنِ وصال ۱۳۳۶ھ تک ۲۹ سال خدمت میں رہ کر آپ کے زہد وتقویٰ دینداری، مجاہدہ نفس اور عبادات مالی وبدنی کو بہ چشم خود دیکھا اور ہر امر کو شریعت بیضاء کے مطابق پایا۔ اس لئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی ہستی اس زمانہ میں بہ اعتبار اعمال کے برگزیدگان امت مرحومہ سابق اولیاء اللہ وعلماء باللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس ہستیوں کا نمونہ تھی اب جبکہ آپ کی ذات حمیدہ صفات عالم فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما کر جوار رحمت میں جاگزیں ہے اور جو نمونہ السابقون الاولون اولئک المقربون کا ہماری اصلاح کے لئے سامنے تھا نظروں سے غائب ہے اس لئے راقم نے متوکلاً علی اللہ یہ قصد کیا کہ آپ کے برگزیدہ حالات ضبط تحریر میں لا کر قوم کے سامنے پیش کرے تا کہ یہ قلمی تمثال جو آپ کے وجود اصلی کا پرتو ومثال ہے ہماری زندگی کا دستور العمل بنے اور آپ کی یاد کو تازہ رکھے۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل اسکو قبول فرمائے اور ہمیں اسکے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

www.shaikulislam.com

اعتذار

آخر میں یہ عرض ہے کہ راقم نے جمع احوال میں اپنے معلومات کے علاوہ مولانا کے عزیز اقارب اور احباب سے بھی مدد لی ہے۔اور ممکنہ سعی سے دریغ نہیں کیا چونکہ خطا انسانی فطرت ہے اس لئے اگر اس میں کوئی فروگذاشت پائیں تو معذور سمجھ کر معاف فرمائیں اور جب کبھی موقع ملے راقم کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔(مولانا مفتی) محمد رکن الدین عفی عنہ سابق ناظم مدرسہ نظامیہ

سوانح حیات

اسم گرامی محمد انوار اللہ خان بہادر اور فضیلت جنگ شاہی خطاب تھا۔ سلسلہ نسب یہ ہے: محمد انوار اللہ بن ابو محمد شجاع الدین بن قاضی سراج الدین بن بدر الدین بن برہان الدین بن سراج الدین بن تاج الدین بن قاضی عبدالملک بن تاج الدین بن قاضی محمد کبیر الدین بن قاضی محمود بن قاضی کبیر بن قاضی محمود بن قاضی احمد بن قاضی محمد بن یوسف بن زین العابدین بن نورالدین بن شمس الدین بن شریف جہاں بن صدر جہاں بن اسحاق بن مسعود بن بدرالدین بن سلیمان بن شعیب بن

احمد بن محمد بن یوسف بن شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ اسحاق بن شیخ مسعود بن عبداللہ اصغر بن عبداللہ اکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن سیدنا ناصر بن سیدنا عبداللہ بن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کے نانا محمد سعداللہ صاحب بھی جدی سلسلہ میں آملتے ہیں۔قاضی محمد سعداللہ بن قاضی عزیز اللہ بن قاضی عبدالقادر بن قاضی مراد بن قاضی علی بن قاضی محمود بن قاضی محمد کبیرالدین (جومولانا کے نویں پشت کے جد ہیں)

خاندانی حالات

آپ کے جداعلیٰ شہاب الدین علی اللمقب بہ فرخ شاہ کابلی کابل کے بڑے امراء میں سے تھے۔ہندوستان آکر آباد ہوئے۔خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ ان کی ہی اولاد میں ہیں۔مولانا کی چھٹی پشت میں قاضی تاج الدین اس پایہ کے عالم گذرے ہیں کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر خلد مکاں نے ذریعہ فرمان مصدرہ ۱۴ار محرم ۴۸ ھ جلوس قندھار (دکن) کے عہدہ قضاء پر ممتاز فرمایا۔قاضی

صاحب موصوف نے اسی تعلق سے قندھار کو اپنا وطن بنالیا تھا۔آپ کے بعد آپ کے پوتے مولوی قاضی محمد برہان الدین ذریعہ فرمان نواب میر نظام علی خاں غفران مآب مزینہ ۲۷؍شعبان ۱۱۸۶ھ قندھار کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے بعد ازاں مولوی قاضی برہان الدین کے پوتے مولوی قاضی محمد سراج الدین بموجب سند نواب صاحب ممدوح محررہ ۱۵؍محرم ۱۲۰۹ھ اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے پچھلے زمانہ میں قاضی زمانہ حال کے ناظم عدالت کا ہم پایہ تھا اور تمام مقدمات وہی فیصل کرتا۔اس لئے عہدہ قضاء پر ایسے ہی لوگ معمور کئے جاتے تھے جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں مشہور امام ہوتے تھے۔اب قاضی صرف قاری النکاح یا سیاہہ نویس سمجھا جاتا ہے۔

والد ماجد

مولانا کے والد ماجد قاضی ابو محمد شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب بڑے پایہ کے عالم گذرے ہیں ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے وطن قندھار کے مشہور عالم غلام جیلانی صاحب سے پائی۔اس کے بعد حیدرآباد تشریف لائے قرآن حفظ کیا تجوید سے فارغ ہوکر مولوی

کرامت علی صاحب (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ)سے دینیات کی تکمیل کی علوم ظاہری کے علاوہ آپ علوم باطن سے بھی فیضاب تھے۔ابتداء سلسلہ قادریہ ونقشبندیہ میں اپنے نانا مولوی شاہ محمد رفیع الدین قندھاریؒ (خلیفہ شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ) جو بارھویں صدی ہجری میں بڑی جلالت وشان کے عالم گذرے ہیں اوراپنی متعدد تصانیف کے باعث گروہ صوفیا میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بیعت کی اور خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔اور پھر حضرت حافظ صاحب محمد علی صاحب خیرآبادی نزیل حیدرآباد سے طریقہ چشتیہ میں بیعت کی حضرت حافظ حاحب کی آپ پرخاص نظر تھی۔اس لئے حلقہ درس میں آپ ہی مثنوی شریف سنایا کرتے تھے۔حضرت شاہ سعداللہ صاحب خلیفہ مولانا شاہ غلام علی صاحب دہلویؒ آپ کے پیر صحبت تھے غرض جب آپ نے علوم ظاہری وباطنی میں کمال حاصل کرکے شہرت پائی تو نواب سراج الملک بہادر مداء المہام وقت نے آپ کی بڑی قدرومنزلت کی اور ۱۲۶۳ھ میں منصفی دھارور پر تقرر فرمایا۔آپ نے ۱۴سال تک دھارور،راجورہ،اور بیڑ پر مفوضہ خدمت نہایت قابلیت اور نیک نامی سے انجام دی ۱۲۷۷ھ میں نواب سرسالار جنگ اول نے آپ کو نرمل کے صدر منصف کے عہدہ

www.shaikulislam.com

جلیلہ پر ممتاز فرمایا جو اُس زمانہ میں ایک اعلیٰ عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ ۱۲۸۱ھ میں جب آپ کا تبادلہ اورنگ آباد پر ہوا تو آپ نے بوجہ کبرسنی وخرابی صحت خدمت سے سبکدوشی چاہی اس طرح آپ ۱۲۸۱ء میں وظیفہ حُسن خدمت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور ۱۲۸۸ھ میں بعارضہ ضیق النفس رحلت فرمائی آپ مولانا شاہ شجاع الدین صاحب برہان پوری کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔ عبداللہ حسین صاحب افسر نے تاریخ وفات کہی ہے ؎

گفت تاریخ رحلش افسر رحمت رب بہ روح اطہر باد

اولاد

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی حضرت سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاریؒ کے سجادہ نشین صاحب کی صاحبزادی۔ دوسری محمد سعد اللہ صاحب قاضی کلمنوری کی صاحبزادی جن کے بطن سے دو صاحبزادے تھے ایک مولانا انوار اللہ خان صاحب اور دوسرے مولوی محمد امیر اللہ صاحب۔

پیدائش

مولانا محمد انوار اللہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے

آپ کی والدہ مرحومہ ولایت کے پہلے کا ایک واقعہ بیان فرمائی ہیں جب شادی کے بعد ایک عرصہ تک مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو میں نے یتیم شاہ صاحب نامی ایک مجذوب کے خدمت میں کچھ میوہ بھیج کر دریافت کروایا کہ آیا مجھے اولاد ہوگی یا نہیں۔ شاہ صاحب نے کہلا بھیجا کہ ''لڑکا ہوگا اور وہ عالم وفاضل ہوگا'' اس کے بعد جب آثار حمل دکھائی دیے تو میں نے خواب میں حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کلام مجید فرماتے ہوئے دیکھا۔

ابتدائی تعلیم

مولانا کے والد ماجد نے معمولی تعلیم کے بعد سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کے لئے آپ کو حافظ امجد علی صاحب نابینا کے تفویض کیا آپ نے گیارہ سال کی عمر میں سال حفظ کلام پاک سے فراغت حاصل کر کے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ فقہ کی کچھ کتابیں مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے بھی پڑھی ہیں۔ مولانا عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی (صدر دار العلوم) اور مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی سے فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔ فن تفسیر شیخ عبد اللہ یمنی (نزیل حیدر آباد) سے حاصل

کیا اور حدیث کی سند بھی ان ہی بزرگ سے لی۔

شوق علم

مولانا کی تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ باوجود مولوی عبدالحی صاحب کی جائے قیام دور ہونے کے بلاناغہ تشریف لیجاتے۔ گوموسلا دربارش یا کوئی عارض ہی کیوں نہ ہو بعض اوقات وہاں پہونچتے آپ کو علوم ہوتا کہ آپ کے ہمدرس مولوی وحید الزماں المخاطب بہ وقار نواز جنگ نہیں آئے ہیں تو آپ ان کی مکان پر جاتے اور ساتھ لاکر تشنگی علم کو بجھاتے یہی وجہ تھی کہ مولوی عبدالحی صاحب آپ کے شوق کی قدر فرماتے اور باوجود کثرت مشاغل کے کبھی ناکام نہ لوٹاتے۔ آپ نے ایک رسالہ ''حل المغلق فی بحث المجهول المطلق'' میں مولانا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔ ''انفقها حين قرأة الذكي المتوقد المولوى الحافظ محمد انوار الله بن المولوى شجاع الدين الحيدر آبادی''۔

طریقہ تعلیم

مولانا اپنے واقعات طالب علمی کے ضمن میں فرماتے تھے ''ہم کوشش

کرتے تھے کہ مضمون کسی صورت سے مطالعہ میں حل ہو جائے طریقہ یہ تھا کہ پہلے عبارت وترجمہ کی جانب توجہ کی جاتی تھی جو نئے الفاظ آتے تھے ان کو لغت کی مدد حل کیا جاتا۔ پھر مطلب کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی اگر ایک دفعہ مضمون حل نہ ہوتا تو دوبارہ سہ بارہ سعی کی جاتی۔ اگر کوئی اتنا ہی مشکل مضمون ہوتا جو سعی پیہم کے باوجود سمجھ میں نہ آتا تو دل میں ایک خلش رہتی جب استاذ کے سامنے سبق شروع ہوتا تو بجز چند شبہات کے جو مطالعہ میں حل نہ ہو سکے ہوں اور کوئی بات دریافت طلب نہ رہتی یہی وجہ تھی کہ روزانہ کئی کئی صفحہ درس ہوتا تھا۔'' آپ فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت استاذ کی قدر ومنزلت معلوم ہوتی تھی کہ جو مضمون گھنٹوں میں حل نہ ہوسکا تھا۔ استاذ نے ذرا سی دیر میں حل کر دیا۔ اور فرط مسرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہیں سے بیش قیمت خزانہ مل گیا۔

تعلیم سلوک

مولانا نے سلوک کی ابتدائی تعلیم اپنے اولد ماجد سے پائی اور تمام سلاسل میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ سفر حجاز میں آپ نے پھر تجدید بیعت کی۔

ازدواج ملازمت استعفاء: آپ کا عقد ۱۲۸۹ھ مولوی حاجی محمد امیر الدین صاحبؒ محتسب نبولہ کی صاحبزادی سے ہوا اور ۱۲۸۵ھ میں محکمہ مالگزاری میں ''خلاصہ نویسی'' کی خدمت پر مامور ہوئے اس خدمت کو تقریباً ڈیڑھ سال انجام دینے کے بعد ۱۲۸۷ھ میں مستعفی ہو گئے استعفاء کا واقعہ بھی عجیب ہے ملازمت سرکاری کو جو آج عزت و مسرت کا واحد ذریعہ سمجھی جاتی ہے مولانا نے محض اس بات پر چھوڑ دیا کہ ایک سودی لین دین کی مثل کا خلاصہ لکھنا پڑ تا تھا۔ گو آپ کی دیانت و کارگزاری کی وجہ سے افسر بالا نے استعفاء قبول کرنے میں تامل کیا۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ سے ایسا کام آپ کے تفویض نہیں کیا جائے گا مگر آپ یہ کہکر جب تک آپ ہیں یہ رعایت کریں گے دوسرے سے اتنی توقع نہیں ہے اس کے علاوہ جب ملازمت ہی ٹھری تو حاکم جو کہے ماننا پڑیگا۔ خدمت سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس وقت آپ متاہل اور صاحب اولاد تھے جب تک والد صاحب زندہ رہے ترک ملازمت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک سال کے بعد سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ اور اس کی جگہ مصائب و آلام نے لی اور سب ملنے جلنے والے آپ کو ترک ملازمت پر ملامت کرنے لگے مگر آپ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و یرزقہ من حیث لا یحتسب

مدرسہ نظامیہ کا سنگ بنیاد

مولانا کے رفقاء میں غلام قادر مہاجر مدنی پہلے شخص ہیں جن کے دل میں آپ کے شغف علمی کو دیکھ کر ایک خالص مذہبی درسگاہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا اس کے بعد مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ مددگار ناظم پٹہ نے اس بارے میں اپنے دوست احباب سے مشورہ کیا۔ باہم طے پایا کہ ایک مجلس عام منعقد کر کے اس میں اس درسگاہ کے افتتاح کا مسئلہ پیش کیا جائے اس سے یہ مقصود تھا کہ مولانا کا فیضان تدریس عام ہو اور ایک عرصہ تک باضابطہ حیثیت سے جاری رہے۔ چنانچہ روز دوشنبہ ۱۹/ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ ۹/ اسفندار ۱۲۸۵ء ف کو مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ کے مکان میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں یہ تحریک پیش کی گئی کہ "حیدر آباد جیسی اسلامی ریاست میں ایک ایسی مذہبی درسگاہ کی شدید ضرورت ہے جو دینیات کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرے۔ مذہب کی طرف سے آج کل جو بے اعتنائی برتی جارہی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو اندیشہ ہے کہ کہیں ملک مذہب سے بے گانہ ہو جائے" بہ اتفاق آراء یہ تحریک منظور ہوئی۔ اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے خیال ظاہر کیا کہ مولوی انوار اللہ صاحب سے

بہتر ہماری جماعت میں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو اس مدرسہ کی صدرات کو انجام دے سکے اس طرح مولانا اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے یہ وہی مدرسہ ہے جو مدرسہ نظامیہ کے نام سے نہ صرف ہندو دکن بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں لازوال شہرت رکھتا ہے۔اور شائقین علم کو اقطاء عالم سے کشاں کشاں حیدرآباد لاتا ہے (اس کا تفصیلی ذکر ائندہ آئیگا)

متوکلانہ زندگی

ترک ملازمت کے بعد کئی سال تک آپ متوکلانہ زندگی بسر فرماتے رہے۔مدرسہ نظامیہ کے قائم ہونے کے بعد بھی آپ کو وہاں سے کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی اس کے مصارف خود قومی چندہ سے چلتے تھے۔مدرسین کی تنخواہوں اور دوسرے اخرجات کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ آپ کے مکان میں بھجوادیا جاتا تھا اسی اثناء میں آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا خیال ہوا۔

حرمین شریفین کا پہلا سفر

چنانچہ سنہ ۱۲۹۴ھ میں آپ نے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا اور اعزہ واحباب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ توکلت علی اللہ کہتے ہوئے چل کھڑے ہوئے۔

www.shaikulislam.com

حضرت حاجی امداداللہ شاہ صاحب سے بیعت

اسی سفر میں آپ نے شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حافظ حاجی امداداللہ شاہ صاحب مہاجر سے جو بلادعرب میں بڑے زبردست روحانی مقتداء تسلیم کئے جاتے تھے۔تمام سلاسل میں مکرر بیعت کر کے منازل سلوک کی تکمیل کی اور بعد بھی جب کبھی مکہ مکرمہ تشریف لئے جاتے تو فیض صحبت سے مستفید ہوتے تھے اور حضرت محترم نے آپ کے کمالات کو ملاحظہ فرما کر بلاطلب خرقہ خلافت عطا فرمایا اور دکن کے مریدوں کو تکمیل سلوک وحل مشکلات میں مولانا سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی۔اس کے بعد مولانا نے اپنے متفق الخیال احباب کے ساتھ حرم کعبہ میں عہد کیا کہ ہر پانچ سال کے بعد یہاں حاضر ہوا کرونگا۔

معاشی مصائب مشغلہ علمی

سفر سے واپس آنے کے بعد معاشی آلام کا دہی ہجوم رہا مگر آپ نہایت جرأت و استقلال سے مردانہ واران کا مقابلہ فرماتے رہے اور اپنے علمی مشغلہ درس وتدریس میں فرق آنے نہیں دیا۔آخر یہ ابتلاء کا زمانہ ختم ہوا۔

حضرت غفران مکان کی تعلیم پر تقرر:۱۲۹۵ھ م ۱۳۸ فصلی حضرت

غفران مکان نواب میر محبوب علی خاں بہادر آصف جاہ سادس کی تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی محمد زماں خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت غفران مکان کے استاذ۔ اور ایک مشہور عالم تھے (جن کے علمی شغف کو یاد دلانے کے لئے اب بھی مدرسہ محبوبیہ حیدر آباد میں موجود ہے)

مولوی زماں خان صاحب کی شہادت: بتاریخ ۶ ؍ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ روز سہ شنبہ شہید ہوئے آپ کی شہادت کے بعد بھائی مولوی مسیح الزماں خاں صاحب حضرت غفران کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تھے لیکن مولوی صاحب ممدوح کے ذمہ تعلیم کے علاوہ دیگر امور سلطنت بھی تفویض تھے جس کے سبب مولوی صاحب موصوف نے محسوس کیا کہ تعلیم کا کام بوجہ کثرت سے مشاغل انجام نہیں پاسکتا اس لئے نائب الرئیس نواب رشید الدین خاں صاب اور نواب سر سالار جنگ اول سے استمزاج کر کے حضرت غفران مکان کا تعلیم کے لئے مولانا محمد انوار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سید اشرف حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہسرامی کا انتخاب کیا اور دربار سے اس کی منظوری حاصل کرلی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر نہ تو مولانا کو اس کی خبر ہونے پائی اور نہ آپ کی مرضی دریافت کی گئی بعد منظوری جب آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں قومی خدمت کو ترک

کر کے اس کو قبول نہیں کر سکتا جس پر مولوی مسیح الزماں خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس اطمینان پر کہ آپ قبول کر لینگے دربار منظوری حاصل کرنی ہے اگر آپ انکار کرینگے تو مجھے خفیف ہونا پڑیگا۔ بالآخر مولوی صاحب موصوف اور مولوی معلیٰ صاحب کے بے حد اصرار پر آپ نے فرمایا کہ میں جب تک استخارہ نہ کروں کوئی قطعی جواب نہیں دے سکتا۔

استخارہ

استخارہ کرنے پر آپ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ کاغذ لئے ہوئے دربار میں جارہے ہیں اس کو اجازت سمجھ کر رضامندی ظاہر کی اس طرح حضرت غفران مکاں کی تعلیم آپ کے تفویض کی گئی۔ جس کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا اس کے صلہ میں آپ چارسو روپیہ ماہوار خزانہ صرف خاص سے تاحیات ملتے رہے مگر اس خدمت کے بعد بھی آپ نے قومی خدمت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا بلکہ درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

خطاب ''خان بہادر'' ومنصب یکہزاری: حضرت غفران مکاں مولانا کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا پر بہت مہربان تھے چنانچہ جشن تخت

نشینی کے موقع پر ۱۳۰۱ھ میں ''خان بہادر'' کا خطاب اور منصب یکہزاری عطا فرمایا۔

دوسرا سفر حجاز

مولانا نے حرم کعبہ میں جو عہد کیا تھا اس کی پابندی میں ۱۳۰۱ھ میں پھر حج کا عزم فرمایا بعد فراغ حج جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے وطن کی یاد بھلادی اور دیار حبیب سے محبت: آپ قافلہ سے جدا ہو گئے رفیق سفر معلیٰ صاحب کا بیان ہے کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں مولانا کے قیام گاہ پر حاضر ہوا وہاں نہ پا کر تلاش کرتا ہوا نکلا اور دیکھا کہ آپ قبہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام میں مراقب ہیں۔ پاس جا کر عرض کیا کہ قافلہ جا رہا ہے جلد تشریف لے چلئے۔ جواب میں فرمایا کہ اس وقت مجھے آستانہ رسول کو مفارقت گوارا نہیں ہے آپ جایئے میں نہیں چل سکتا۔ مگر میں نے ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر بڑے اصرار پر اٹھے اس عرصہ میں قافلہ نکل چکا تھا قافلہ کو ملانے کے لئے دوسری تیز رفتار سوار لے کر روانہ ہوئے اور پانچ کوس کے فاصلہ پر قافلہ سے جا ملے۔

انتقال اہلیہ: ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ میں مولانا کی اہلیہ محترمہ

نے حیدرآباد دکن میں انتقال کیا جس کے بعد آپ نے پھر کوئی عقد نہیں کیا
اور تمام عمر عالم تجرد ہی میں بسر فرمایا۔

تیسرا سفر حجاز

۱۳۰۵ھ میں پھر آپ نے حجاز مقدس کا ارادہ فرمایا اور مصر ہوتے ہوئے
براہ ینبوع مدینہ مطہرہ پہونچ کر بیت الرفاعی زقاق البذور میں جو حرم پاک
سے متصل ہے سکونت اختیار کی اور تین سال تک مقیم رہے۔ معمول تھا کہ
صرف حوائج ضروری کے لئے فرودگاہ کو آتے ورنہ بقیہ وقت حرم محترم
یا کتب خانوں میں صرف فرماتے تھے یہاں بھی آپ کا سلسلہ تصنیف
وتالیف منقطع نہیں ہوا کتاب انوار احمدی اسی زمانے کی کی تصنیف ہے
جس کا ہر ہر لفظ حب رسول ﷺ کی صدا دیتا ہے۔ اس سہ سالہ قیام میں
مولانا نے جو کام کیا ہے وہ آپ کے بہترین کارناموں میں شمار کئے جانے
کے قابل ہے حرم نبوی کے کتب خانوں میں'' کتب خانہ شیخ الاسلام
اور محمودیہ'' بلحاظ اپنے علمی نادرات کے ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔

علمی نوادر کی نقل

آپ نے وہاں سے کئی قلمی نوادر ہزاروں روپیئے ذاتی صرف کر کے

نقل کروائے جن میں سے (۱) کنز العمال (حدیث کی نہایت صحیح و جامع کتاب ۹ جلدوں میں) (۲) جامع مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۳) جوہر نقی علیٰ سنن البیہقی اور احادیث قدسیہ کو مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ نے طبع کیا۔ چونکہ آپ کو زمانہ قیام مدینہ منورہ میں تنخواہ وہیں ملتی تھی اور آپ وہاں کے لوگوں سے سلوک کرنے کو پسند فرماتے اور ممکنہ مدد سے دریغ نہ کرتے تھے اس لئے اہل مدینہ آپ کے قیام کو بسا غنیمت سمجھتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا قیام یہاں زیادہ سے زیادہ ہو۔

ہمشیرہ کا انتقال

قانون قدرت ہے کہ جس آدمی سے جس قدر اہم کام لیا جاتا ہے اس کو اسی قدر زیادہ مصائب و آلام میں مبتلا کیا جاتا ہے تا کہ صبر و استقلال کا امتحان اچھی طرح ہو جائے مولانا اس قانون سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔ اوائل میں تو فکر معاش میں مبتلا رہے جب اس سے نجات ملی تو دوسرے مصائب و آلام نے آ گھیرا۔ چنانچہ قیام مدینہ طیبہ کے زمانے میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ چندروز کی علالت کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئیں پھر کچھ عرصہ بعد آپ بھی بخار سے علیل ہوئے

اورحالت روز بروز سقیم ہوتی گئی ایسی نبزک حالت میں آپ کے اکلوتے فرزند عبالقدوس بھی جنکی عمر گیارہ برس کی تھی بخار میں مبتلا ہو گئے۔ تیمارداروں نے اپنی سہولت کے لئے دونوں مریضوں کو یکجا کر دیا۔ادھر آپ فریش اور بار بار بے ہوش ہوتے تھے ادہر نوعمر صاحبزادے کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی۔

فرزند کا انتقال

آخرانہوں نے ۶ رشوال ۱۳۰۷ھ کواس دارفانی سے کوچ کیا۔آپ کی حالت خودنازک تھی اس پر یہ سانحہ، جان کے لالے پڑ گئے۔مگراللہ رے استقلال خبرموت سن کر آپ اُف تک نہ کیا صرف اس قدر فرمایا کہ مجھے جنازہ پر لے چلولوگوں کو تامل ہوامگراصرار پر بمشکل تمام لے گئے آپ نے میت کے کان میں فرمایا میرے پیارے بچے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ہمارا اسلام عرض کرنا۔واپس آئے اور بے ہوش ہوگئے جب ہمراہیوں نے دیکھا کہ آپ کی حالت دن بدن سقیم ہورہی ہے کوشش شروع کی کہ کسی طرح آپ کووطن لے چلیں۔

مراجعت وطن

ممکن ہے تبدیل مقام سے صحت بھی درست ہواور غم بھی فراموش ہو جائے مگر آپ نے ایسی حالت میں بھی دیارِ حبیب کے چھوڑنے کو پسند نہیں کیا جب مولوی قاضی محمد شریف الدین صاحبؒ نے اصرار شروع کیا تو ٹالنے کے لئے فرمایا کہ ”پہلے اہل بلدہ سے مشورہ لیا جائے اگر وہ جانیکی اجازت دیں تو چلوں گا ورنہ نہیں“۔اب مولوی صاحب موصوف نے اہل مدینہ سے ملکر یہ کوشش کی کہ وہ آپ کو وطن جانے کی رائے دیں چنانچہ علماء ومشائخین نے آکر کہا کہ آپ کا وطن جانا ہی مناسب ہے۔کیونکہ آپ کی ذات سے وہاں ترویج علوم دینیہ کی امید وابستہ ہےاور آپ کا وہاں تشریف لیجانا باعثِ فلاح ملک وملت ہے جب مولانا نے غور کیا کہ یہ لوگ کسی طرح پیچھا چھوڑتے نظر نہیں آتے تو ایک اورعذر پیش کیا کہ میں پہلے استخارہ کرونگا میرا چلنا اجازت پر منحصر ہے چنانچہ استخارہ کیا اسی رات عالم رویا میں دیکھا کہ ایک لڑکا کتاب کھولے بیٹھا ہے اور آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ جس کو پڑھاؤ۔تعبیر اچھی تھی مجبوراً چلنے پر راضی ہوئے۔مگر فرمایا کہ میری صحب

سفر کی اجازت نہیں دیتی جب تک تخت رواں کا انتظام نہ ہو میں نہیں چل سکتا مولوی قاضی شریف الدین صاحبؒ نے اس کا بھی انتظام کردیا۔اب تو کوئی عذر نہ تھا چونکہ موسم حج تھا اس لئے کعبۃ اللہ پہونچے حج سے فارغ ہوکر محرم ۱۳۰۸ھ میں فائز بلدہ ہوئے۔

حضور آصف جاہ سابع کی تعلیم پر تقرر

اس سفر سے واپسی کے بعد ہی حضرت غفران مکاں نے مولانا کو اپنے فرزند عالیشان نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا جس کا سلسلہ تاریخ تخت نشینی ۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ تک جاری رہا۔اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی کا شوق علم اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وفور محبت زیادہ تر مولانا ہی کے فیض تعلیم کا اثر ہے۔

زیارت مقامات مقدسہ

مولانا کو خیال ہوا کہ آپ سلاسل بیعت میں جس قدر اکابرین ہیں ان کے مزاروں پر کم از کم ایک بار حاضر ہوکر فیض حاصل کریں۔اس خیال کی تکمیل کے لئے آپ نے ۱۳۱۴ء میں بغداد شریف قصد فرمایا اس

سفر میں بھی احباب کا اچھا خاصہ مجمع ساتھ تھا۔ بغداد شریف میں آپ پیر ابراہیمؒ صاحب کے مہمان ہوئے جس روز آپ وہاں پہونچے ہیں اس روز پیر صاحب نے خانساماں سے حیدر آبادی کھانا پکوانیکی فرمائش کی تھی جس کے سبب آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''غالباً حضرت پیران پیر کو آپ کی ضیافت منظور تھی اس لئے میرے دل میں حیدر آبادی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی'' اس سفر میں آپ نے علاوہ بغداد شریف کے بصرہ کاظمین کربلائے معلیٰ نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت فرمائی واپس آنے کے بعد ہندوستان کی مشہور زیارت گاہوں پر بھی حاضر ہوئے۔

صدارت اور نظامت امور مذہبی پر تقرر

اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کے سریر ارائے سلطنت ہونے کے بعد ختم تعلیم کی وجہ سے مولانا کے ذمہ کوئی کام نہ تھا اس لئے آپ نے اپنی پوری توجہ علمی مشغلۂ تدریس اور تالیف و تصنیف کی جانب منعطف کردی۔ بعد ازاں اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے بہ نظر قدر دانی ناظم امور مذہبی وصدر الصدور صوبجات دکن کے عہدہ ہائے جلیلہ کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا مولانا نے بارگاہ شاہی میں عرض کیا کہ ''جہاں پناہ سرکاری ملازمت

کے لئے انتہائی عمر پچپن سال مقرر ہے اور میں پچپن سال سے متجاوز ہوں‘‘ ارشاد ہوا کہ ’’اس وقت ملک میں ان خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے‘‘ پس بر بناء حکم جہاں پناہی آ نے ۱۲ ارتیر ۱۳۲۱؁ ف کو ان خدمات کا جائزہ حاصل کر کے کام کرنا شروع کیا۔ اور مفوضہ کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ جب نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی نے انتقال کیا تو جہاں پناہ ظل اللہ نے اس قابلیت کے مدنظر جو آپ نے ادائی فرائض میں صرف کی تھی مولانا کو

وزارت امور مذہبی

بتاریخ ۹ رخورداد ۱۳۲۳؁ ف وزارت مذہبی کے عہدۂ جلیلہ سے ممتاز فرمایا جس پر مولانا دم آخر تک فائز رہے ان تمام برکات کی تفصیل جو آپ نے اس خدمت کے ذریعے ملک وقوم کو پہونچائے ہیں آیندہ صفحات سے واضح ہوگی، نواب سالار جنگ ثانی مدارالمہام وقت کو مولانا پر بہت اعتماد تھا وہ صیغۂ مذہبی کے علاوہ دوسرے امور سلطنت میں بھی آپ کی رائے پر عمل کرتے اور کونسل میں بھی آپ کے مشورے بڑے وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

شہزادگانِ والاشان کی تعلیم پر تقرر

حضرت جہاں پناہ نے ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو دونوں شہزادگان والا شان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ اور نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم آپ کے تفویض فرمائی جس کا سلسلہ ربیع الاول ۳۵ھ تک رہا۔ اور آپ کی علالت کی وجہ سے منقطع ہوگیا۔

خطاب

اس سال اعلیٰ حضرت نے بتقریب جشن سالگرہ، خطاب ''فضیلت جنگ'' سے سرفراز فرمایا۔

شوقِ شہادت

۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد میں مرض طاعون شائع ہوا تو اعلیٰ حضرت نے اپنے ساتھ ورنگل چلنے کا حکم بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک موقع شہادت ہاتھ آیا تھا افسوس کہ وہ بھی جارہا ہے (یہ قول بر بنائے حدیث الطاعون لکل مسلم شهادة) تھا مگر آپ نے ''واولی الامر منکم'' کے مطابق ورنگل تشریف لے گئے۔

www.shaikulislam.com

سفر ورنگل

ادھر ماہ ربیع الاول شروع ہوا اُدھر جلسہ میلا دالنبی ﷺ میں شرکت کے لئے آپ کا دل بے چین ہوا آخر ۱۰ ربیع الاول کو حضرت جہاں پناہ سے اجازت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور ۱۲ ربیع الاول کو مکہ مسجد کے جلسہ میلاد میں شرکت فرمائی۔

سلسلۂ علالت

حسب عادت مکان پر نیاز شریف کر کے واپس تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں آپ کے سیلون کا دروازہ جو اتفاقاً کھلا رہ گیا تھا ٹرین کی تیز رفتاری میں تار کے کھنبے سے ٹکرا گیا اس سے آپ کو ایسا جھٹکا لگا کہ کمر میں درد شروع ہوگیا۔ ورنگل پہونچنے کے بعد حکم جہاں پناہی سے ایک مسجد کا معاینہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے جس کی وجہ سے مقامی ہندو، مسلمانوں میں کچھ فساد ہو گیا تھا واپس آنے کے بعد درد میں اور اضافہ ہو گیا اطباء نے بہت کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ متلی اور قے کا اضافہ ہو گیا جب اعلیٰ حضرت بمبئی تشریف لے جانے لگے تو آپ نے اجازت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور تین ماہ کی

علالت کے بعد کچھ کچھ افاقہ ہوا جس کی وجہ سے بغرض تبدیل آب وہوا وقارآباد تشریف لے گئے اور سرکاری کام اسی حالت میں انجام دیتے رہے۔ایک تو کبرسنی دوسرے نفل روزوں کی کثرت سے بہت نحیف ہوچکے تھے پھر تین ماہ کی علالت اوراس پر سرکاری کام کے بارسے آپ کی صحت بحال نہ ہوسکی۔

مرض الموت

آخر وہ وقت آپہونچا جسکے لئے ہر شخص کوتیار رہنا چاہئے اوائل ۱۳۳۶ء میں جب آپ ایک ہفتہ کے لئے دورہ پرتشریف لے گئے تھے اثنائے سفر میں پشت پر کچھ بثور پیدا ہوئے جو بڑھتے بڑھتے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کرلئے۔علاج کچھ مفید نہ ہوا بلکہ مرض میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ کہیں سرطان نہو۔آخر ڈاکٹروں نے بعد معائنہ یہ رائے ظاہر کی کہ یہ سرطان ہے۔جہاں پناہ اس وقت بمبئی میں تشریف فرماتھے۔ذریعہ تار اطلاع دی گئی۔حکم ہوا کہ ڈاکٹر عبدالحسین صاحب معائنہ کرکے رائے دیں۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی بھی وہی رائے ہوئی اور ذریعہ تار عرض کیا گیا۔حکم صادر ہوا کہ جراحی کیا

جائے۔ چنانچہ ۳۰؍جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ء روز پنجشنبہ پانچ بجے عمل جراحی کا وقت مقرر کیا گیا۔ تنفس سہ شنبہ ہی سے تھا مگر خیال کیا گیا شاید سرطان نے شش تک اثر کیا ہے جس کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ گو مولانا عمل جراحی سے راضی نہیں تھے۔ مگر ایک تو امتثال فرمان خسروی تھا اور شاید خدائے برتر کو آپ کا شوق شہادت پورا کرنا منظور تھا۔ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور آپ کو بے ہوش کرنے کے بعد نہایت طویل و عریض زخم کر کے کم و بیش ایک سیر گوشت کاٹ کر نکالا اور تقریباً نصف گھنٹے میں عمل جراحی ختم کیا اس کے بعد مولانا کو ہوش آیا ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اب آپ تندرست ہوگئے۔ مولانا نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ بعد مغرب خبر لیں۔ غالباً یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ بعد مغرب ایسے تندرست ہوں گے کہ پھر کبھی بیمار نہ ہوں گے۔

وفات

اس کے بعد جب آپ کو پلنگ پر لٹایا گیا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اس حالت میں آپ زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا اور آپ بے ہوش ہوگئے بعد مغرب ادھر ہلال جمادی الثانی ۱۳۳۶ء افق پر نمودار ہوا ادھر یہ

آفتاب علم وکمال اہل دنیا کی نظروں سے غائب ہو کر رفیق اعلیٰ سے جاملا۔ان اللہ وانا الیہ راجعون۔راقم اس وقت قریب تھا جب روح اطہر عنصری سے پرواز کر گئی تو شدا بہام وغیرہ کر کے نیچے لٹادیا۔تقریباً آدھی رات کے بعد حضرت ظل سبحانی کو بذریعہ تار اطلاع اور مدرسہ نظامیہ میں دفن کرنے کی اجازت طلب کی گئی دوسرے دن راقم نے دیگر اصحاب کی مدد سے غسل وکفن کی آخر خدمت انجام دی مکہ مسجد میں بعد نماز جمعہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

دفن

حسب ارشاد عالی مدرسہ نظامیہ میں بعد مغرب اس سرمایۂ سعادت کو سپرد خاک کیا گیا گویا تمام عمر جس سے محبت تھی بعد فنا بھی آپ نے اس سے جدا ہونا پسند نہیں کیا

اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی مزار شریف پر تشریف فرمائی

اعلیٰ حضرت نواب آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ وصال کے تقریباً ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بعد بمبئی سے تشریف لائے اور رونق افروز حیدرآباد ہوتے ہی مولانا کی مزار شریف پر تشریف فرما ہو کر فاتحہ خوانی کے بعد دیر

تک فیض حاصل فرماتے رہے۔اور تعمیر مزار مبارک اور عودوگل کے لئے ماہوار کا حکم صادر فرمایا؟ اظہار افسوس وعقیدت کے لئے جو فرمان شرفصدور لایا ہے۔وہ اس قابل ہے کہ یہاں درج کیا جائے۔تاکہ ناظرین یہ معلوم کرلیں شاہ والا جاہ کے دل میں مولانا کی کیا وقعت تھی۔

فرمانِ مُبارک

مولوی محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس وتورع وایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔وہ والد مرحوم کے اور میرے نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علومیہ دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے تمتع ہوتے ہیں۔مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا۔اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المھامی اور امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر

ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہونچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکے گا۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہونچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفہ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں۔ یہ وظیفہ کس درجہ کے طالب علموں کو کس مدت کے لئے اور کن شرائط سے دئے جائینگے اس کے متعلق علحدہ تجاویز پیش کر کے میری منظوری حاصل کیا جائے۔

"میرا یہ حکم جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے"

رجب المرجب ۱۳۳۶ھ شرح دستخط مبارک اعلیٰ حضرت بندگان اقدس ومتعالی مدظلہم العالی

اولاد

مولانا کو دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھے۔ لڑکوں میں عبد الجلیل جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان المبارک ۱۲۹۵ء میں فوت ہو گئے عبد القدوس صفر ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۱۳۰۷ھ میں

بمقام مدینہ منورہ انتقال کیے۔لڑکیوں میں وجیہہ النساء بیگم ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئیں ان کا عقد مولوی محمد غوث صاحب قاضی بالکنڈہ کے نواسے مولوی محمد سرفراز الدین صاحب فرزند محمد فتح الدین صاحب سے ہوا تھا۔ان کا انتقال ۱۳۴۲ھ میں ہوا۔ان کو ایک لڑکا تھا جو صغر سنی ہی میں فوت ہوگیا۔اور ایک لڑکی ہدایت النساء بیگم۔جن کا عقد مولوی محمد سرفراز الدین صاحب کے بھتیجے مولوی محمد مزمل صاحب تحصیلدار سے ہوا وہ اپنی والدہ سے پہلے ہی دو لڑکے ابو الرضوان مسعود احمد، وہ محمد کرامت اللہ اور دو لڑکیاں فراست النساء بیگم و امجد النساء بیگم چھوڑ کر ۱۳۳۰ھ میں وفات پائیں۔(۲) فرید النساء بیگم محرم ۱۲۹۱ھ میں پیدا ہوئیں اور کم سنی میں فوت ہوئیں۔(۳) رحمت النساء بیگم ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ میں تولد ہوئیں آپ کے بھانجے مولوی سید علی صاحب سے بیاہی گئیں۔اور شعبان ۱۳۳۲ھ میں فوت ہوئیں آپ کو ایک لڑکا ہوا جن کا آپ کی زندگی ہی میں انتقال ہوا۔(۴) ولایت النساء بیگم ۱۰/ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئیں جو مولانا کے بھتیجے مولوی محمد عبد الغفور صاحب سے بیاہی گئیں ان سے ایک لڑکا محمد شجاع الدین اور لڑکیاں یوسف النساء بیگم و انوار النساء بیگم ہوئیں۔

www.shaikulislam.com

حُلیہ

مولانا کا رنگ ہلکا سرخ وسفید، چہرہ کتابی آنکھیں بڑی بڑی اور داڑھی گھنی تھی۔ وصال کے وقت اکثر بال سفید ہو گئے تھے۔ قد بالا سینہ کشادہ اور جسم دوہرہ ورزشی اور مضبوط تھا۔

اخلاق وعادات

پچھلے صفحات میں مولانا کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اب ہم کچھ تفصیل سے بتلائیں گے کہ مولانا کو مبداء فیاض نے کن خصوصیات سے ممتاز فرمایا تھا اور آپ نے اس عطیہ قدرت سے خود کتنا فائدہ اٹھایا اور قوم وملک کو کس قدر فائدہ پہونچایا۔

غذا

آپ کی غذا بالکل سادہ تھی جو کچھ بھی سامنے آتا تناول فرماتے کسی چیز کی فرمائش نہ کرتے۔ اعلیٰ حضرت ظلِ سبحانی کے پاس سے اکثر میوہ اور مٹھائیاں وغیرہ آتیں اس میں سے کبھی کچھ کھالیا کرتے ورنہ سب تقسیم کردیتے دو وقت کھانے کی عادت تھی اور وہ بھی بہت مختصر ایک یا دو پھلکے تناول فرماتے۔

لباس

آپ کا لباس بھی بالکل سادہ تھا آپ لباس کے مقصد اصلی یعنی تن پوشی پر اکتفا کرتے محض زینت کے لئے اسراف اچھا نہ سمجھتے۔ نماز کے وقت آپ ہمیشہ پورا لباس یعنی جبہ عمامہ وغیرہ پہن لیا کرتے تھے اور کبھی عمامہ پر سے چادر بھی اوڑھ لیتے اور سخت گرمی میں بھی اسکی پابندی فرماتے تھے ایک دفعہ ایک صاحب نے اس کے متعلق استفسار کیا مولانا نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد نماز کے وقت پوری زینت نہ کرنا حکم خداوندی کے خلاف ہے۔ قطع نظر اسکے جب ہم دنیا کے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو پورا لباس پہن لیتے ہیں تو پھر خدا کے سامنے معمولی لباس سے کس طرح جائیں'' معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکابر دین کی سنت پر عمل کتنا اچھا سمجھتے تھے۔ ابتداءً آپ میانہ میں سوار ہوتے تھے جب اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تو بُعدِ مسافت کے خیال سے گھوڑا گاڑی خرید لی وزاتی کے زمانے میں آپ کے پاس موٹر اور جوڑی گاڑی وغیرہ کئی سواریاں تھیں۔

مشاغل روزانہ

اوائل میں جب کہ آپ نفس کا مجاہدہ فرماتے تھے ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے بعد میں آپ نے یہ طریقہ مقرر فرمایا تھا کہ رات کے ۱۲ بجے آرام فرماتے تین بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے بعد از فراغ تہجد لیٹ جاتے اور پھر نماز فجر کیلئے اٹھتے نماز سے فارغ ہوکر تلاوت کلام مجید کرتے اور اس کے بعد وزرش (وزرش کا سلسلہ تقریباً مرض الموت تک رہا) بعدازاں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر سرکاری کام میں مشغول ہوجاتے تھے گیارہ بجے قیلولہ فرماتے اور دو بجے بیدار ہوکر تالیف وتصنیف ومطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ بعد مغرب فتوحات مکیہ کا درس ہوتا جو تقریباً (۱۲) بجے ختم ہوتا تھا مگر تعلیم شہزادگان والاشان کے زمانہ میں آپ نے اس کو بدل دیا تھا تمام رات علمی مشغلہ میں رہتے نماز فجر کے بعد نو بجے تک آرام فرماتے بیدار ہوکر تعلیم کے لئے تشریف لے جاتے تھے بعض مرتبہ شام کے وقت تفریح کے لئے بھی تشریف لیجاتے تھے۔ مگر اس وقت بھی ذکر حق سے غافل نہ ہوتے۔ حافظ تھے کلام مجید کی تلاوت فرماتے رہتے تھے قرآن پاک ساتھ ہوتا تھا۔ تاکہ کہیں شبہ ہوتو دیکھ لیں۔

خانگی زندگی

باوجود اس قدر آمدنی کے آپ کا ہمیشہ مطمع نظر رہا کہ زندگی سادگی سے بسر ہو اور حتی الامکان سنت پر عمل پیرا رہیں خانہ داری میں کوئی پر تکلف سامان نہیں تھا جو کچھ بھی تھا سب ضروری جس سے سفر حضر میں کام پڑتا تخت پر سوتے۔ قدیم دستور کے موافق درسی چاندنی پر بیٹھتے۔ ذاتی مکان مختصر اً تھا وزارت کے بعد ایک مکان شکر کوٹھے کے قریب کرایہ پر لے لیا تھا اسی میں عمر گزر گئی۔ زندگی جاوید کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ خرچ کردیا ترکہ اگرچیکہ ایسا نہیں تھا جو ایک وزیر کے شایان شان ہو۔ مگر اس پر بھی آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک ثلث راہ خدا میں خرچ کیا جائے منشاء یہ تھا کہ جس قدر بھی ہوسکے رضائے الٰہی ڈھونڈ ہیں۔

کتب خانہ

اس سلسلہ میں اگر حقیقی ترکہ کہا جائے تو مولانا کا کتبخانہ تھا جو کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب و کمیات کتابوں پر مشتمل اور مولانا کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھا اور جس پر آپ نے ہزاروں روپے صرف فرمائے تھے آخر آپ نے اس محبوب شئے کو بھی دوسرے محبوب ترکہ یعنی

مدرسہ نظامیہ کے نام وقف فرمادیا۔

سرکاری زندگی

دولت اور حکومت کا نشہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں اچھوں کے ہوش گم ہوجاتے اور قدیم لغزش کھا جاتے ہیں مولانا میں جو باتیں جمع تھیں اگر دوسرے میں جمع ہوتیں تو ممکن تھا کہ رعونت آجاتی اور جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے طبیعت میں انقلاب رونما ہوجاتا ہے مگر مولانا نے باوجود اس عظمت وشان کے کبھی اہل شخصیت کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ مولانا پیشی خداوندی میں ہمیشہ دستار کمر بند سے تشریف لیجاتے تھے۔ مگر مکہ مسجد میں اس کی پابندی نہ تھی بلکہ عمامے سے تشریف لاتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے تقدس واعزاز کے لحاظ سے آپ دستار کمر بند سے ہمیشہ کے لئے مستثنٰی ہونا چاہئے جواب میں فرمایا ''اس کی کیا حاجت ہے دنیا کو دنیا کے طریقہ پر رکھنا چاہئے دین کو اس کے حصول کا ذریعہ بنانا نامناسب ہے۔ میں نے سرکار سے خاص طور پر اس کی اجازت لی ہے کہ جب کبھی میں نماز کے لئے آپ کے ساتھ رہوں تو مجھے دستار و کمر بند سے معاف فرمایا جائے گا'' اور سرکار نے بمراحم

خسروانہ اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

تدوین واحتیاط

مولانا معاملت میں نہایت احتیاط برتتے تھے۔تنخواہ کے علاوہ جو رقمیں سرکار سے منظور تھیں وہ بھی بہ نظر احتیاط نہیں لیتے تھے صادر و دورہ کے اخراجات خود برداشت فرماتے۔سرکاری کمیٹیاں جو مولانا کے گھر پر ہوتی تھیں اس کے جملہ مصارف (ضیافت وغیرہ میں) آپ ادا فرماتے تھے بعض اشخاص نے کہا کہ یہ اخراجات جب سرکار سے ملتے ہیں تو ذات سے خرچ کرنے کیا حاجت ہے۔جواب میں فرمایا ہم کو سرکار اتنی تنخواہ دیتی ہے کہ ہم یہ مصارف برداشت کر سکتے ہیں تو ایسی حالت میں خزانہ شاہی کو زیر بار کرنے کی کیا ضرورت ہے ملازمین سرکار سے کبھی خانگی کام نہیں لیتے تھے۔اوقات دفتر کی پابندی فرماتے اور اجلاس پر تشریف لیجاتے تھے۔گو وزارت کے زمانہ میں دفتر آپ کے گھر پر تھا۔مگر اس وقت بھی آپ کا وہی حال تھا جو کمرہ آپ نے اجلاس کے لئے مقرر فرمایا تھا۔اس میں وقت مقررہ پر اسی حیثیت سے تشریف لیجاتے جیسے کہ کسی دوسری جگہ کے اجلاس پر جایا کرتے تھے۔اس پر ایک صاحب نے کہا کہ آپ گھر میں

اتنا اہتمام کیوں فرماتے ہیں ۔سادہ لباس میں اجلاس فرما سکتے ہیں جواب میں فرمایا کہ ’’گھر وہ ہی ہے جہاں میں آزادی سے رہ سکتا ہوں اور کمرہ جس میں اجلاس کرتا ہوں دفتر ہے میرے سادہ لباس میں اجلاس کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کریگا مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک طرح کی لاپروائی اور تساہل ہے جس کا جواب احکم الحاکمین کے سامنے دینا ہوگا‘‘ ۔اوقات دفتر میں کوئی خانگی کام نہیں کرتے تھے۔حتیٰ کہ اگر کوئی صاحب خانگی ملاقات کے لئے آئے تو ناخوش ہوتے اور کہہ دیتے کہ خانگی ضرورت کے لئے اوقات دفتر کے علاوہ کسی اور وقت آئیں۔ دفتر کا وقت صرف سرکاری کام کے لئے ہے۔اس شدید احتیاط پابندی کے باوجود بعض وقت ضرورت پر غیر اوقات میں دفتر کا کام انجام دیا کرتے تھے۔اگرچہ مدرسہ نظامیہ پر آپ نے اپنی ذاتی رقم سے ہزاروں روپئے صرف فرمائے مگر بہ نظر احتیاط وہاں سے بھی ذرا سی چیز لینا گوارہ نہ فرماتے تھے۔ایک پیش خدا نودی سے مدرسہ میں کچھ میوہ آیا جس میں کھیرے بھی تھے۔ مجھے مولانا کو کھیروں کی ضرورت تھی بازار میں تلاش کئے گئے نہیں مل سکے مجبوراً مدرسہ سے منگوائے اور اس کی قیمت ادا کردی۔

فصل مقدمات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عقل اور خوبیاں عطا فرمائی تھیں جو آپ کے اس امتیاز کا باعث ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ آپ تصفیہ مقدمات میں نہایت غور وخوض سے کام لیتے۔ پوری مثل خود معاینہ فرماتے۔ جو نتیجہ اخذ کرتے اسی پر فیصلہ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں کبھی آپ نے کسی کی سفارش قبول نہیں فرمائی۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک دیرینہ مخلص دوست نے جو آپ کی ہر معاملہ میں اعانت کیا کرتے تھے کسی معاملہ میں سفارش کی جس پر آپ بہت برافروختہ ہوئے اور فرمائے میں سفارش قبول کرنے والوں سے ان لوگوں کو اچھا سمجھتا ہوں جو رشوت لے کر کام کر دیتے ہیں۔ اگر چہ یہ لوگ خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں مگر انہیں دنیا کا نفع مل جاتا ہے۔ لیکن سفارش سننا گویا انصاف کا خون کرنا ہے اور اس میں سوائے خسر الدنیا والاخرۃ کے کوئی نفع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیصلوں کو مسلمان اور ہندو خوشی سے منظور کر لیتے تھے چنانچہ مسجد مٹھواڑہ (ورنگل) کی تعمیر میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں نزاع پیدا ہوگئی تھی۔ جس کا آپ نے اس خوبی سے تصفیہ فرمایا کہ دونوں فریق راضی

ہو گئے اسی طرح مسجد مخدوم پورہ (گلبرگہ) کی نسبت اہل حدیث واہل سنت والجماعت میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا آپ نے باحسن الوجوہ تصفیہ فرمایا جس سے دونوں جماعتیں راضی ہوئیں۔ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ بعض وکلاء اپنی جادو بیانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھا سکتے ہیں اور کسی مقدمہ میں حق دار کا وکیل کمزور اور فریق مخالف کا تیز ہو تو وہ آسانی سے آپ کو غلط باور کرانے میں کامیاب ہو جائے گا۔جواب میں فرمایا ''میں حتی المقدور انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں غیب کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔اس کے سوا جب میں اجلاس پر بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ'' میں ایک ذرہ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ کے حوالے ہے جب تک آپ مدد نہ فرمائیں راہ راست نہیں مل سکتی اس کے بعد فیصلہ لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں۔آپ جب کبھی اجلاس پر تشریف لیجاتے تو پہلے اللھم ان قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدک لم تملکنا منھا شیاء فاذافعلت ذالک بنا فکن انت ولینا واھدنا الی سواء السبیل پڑھتے اور پھر کام شروع کرتے تھے۔

www.shaikulislam.com

حُسن خُلق

سرکاری اور خانگی ملازمین سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ نہایت شریفانہ رہتا تھا نہ کبھی کسی کو ایسی بات کہتے نہ کسی سے ایسا سلوک کرتے جس سے وہ ناخوش ہو آپ کے اس حُسن سلوک کی وجہ سے خانگی ملازمین کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جو ایک دفعہ ملازم ہو جاتا وہ پھر تادم آخر آپ کی خدمت سے دور نہ ہوتا تھا۔

حلم وتواضع

طبیعت میں حلم اس قدر تھا کہ دوسرے اشخاص تو ایک طرف اگر ملازمین بھی آپ پر بگڑتے اور ترشروی سے پیش آتے تو آپ اس کا جواب نہایت سنجیدگی سے دیتے اور نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔آپ کے اخلاق اس قدر وسیع تھے کہ اپنے سے کم رتبہ والوں کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ فرماتے جیسا کہ ہمسروں سے۔ان کی خوشی غمی کی مجلسوں میں شریک ہوتے بیماروں کی عیادت کرتے جنازوں میں شرکت فرماتے۔کئی دفعہ احقر کے مکان پر عیادت ودعوت وغیرہ کی تقریب سے تشریف فرما ہوئے اور چھوٹے بڑوں کو سلام کرنے میں حتی الامکان پیش قدمی فرماتے۔اور

ہر ایک کو آپ سے مخاطب کرتے کم وبیش آپ کی حالت وزارت کے زمانہ میں بھی ویسی ہی تھی جیسی ابتدائی مصیبت کے زمانے میں جب کبھی آپ مرفہ الحانی کا تذکارہ کرتے تو ضرور ابتدائی مصائب کو یاد کرتے۔تاکہ رعونت نہ آجائے۔آپ کے انکسار کا ایک واقعہ آنکھوں دیکھا ہے۔ایک دفعہ فتوحات مکیہ کا درس ہورہا تھا مولوی محمد شریف الدین احمد صاحبؒ صاحبزادہ اودولوی جو آپ کے شاگرد تھے تشریف لائے اور سلام ومصافحہ کے بعد قدمبوسی کے لئے خمیدہ ہورہے تھے مولانا نے بخیال اعزاز پیرزادگی ان کے پیر چھو لئے۔مولانا گو بہت بڑے عالم تھے اور آپ کے معلومات نہایت وسیع۔مگر اس پر بھی جب کبھی آپ کی کوئی نئی تالیف یا تصنیف تیار ہوتی تو آپ حلقہ درس میں شاگردوں کو سناتے اور فرماتے کہ اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو بتاؤ اور اگر کوئی اعتراض کرتا اسے سمجھادیتے اگر واقعی کوئی غلطی ہوتی تو اس کو تسلیم کرتے اور اصلاح کردیتے تھے۔

جود سخا

پہلے لکھ دیا گیا ہے کہ مولانا کا طرز زندگی نہایت سادہ تھا اور ذاتی

اخراجات بہت کم پھر اتنی آمدنی آخر جاتی کہاں تھی؟ آپ کی عادت تھی کہ کبھی آمد وخرچ کا حساب کتاب ملاحظہ نہیں فرماتے۔ بلکہ جملہ آمدنی ایک منشی صاحب کے حوالے تھی جب مہینہ قریب الختم ہوتا تو آپ ان کو بلا کر پوچھتے کچھ رقم باقی ہے۔ اگر جواب نفی میں ملتا تو خدا کا شکر ادا فرماتے ورنہ باقی رقم کو کسی دینی کام میں خرچ کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کے پاس ختم ماہ پر کچھ باقی نہیں رہتا تھا ہر صورت میں آپ کا بذل وسخا اور طبیعت میں صلہ رحمی کا مادہ زیادہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ملنے جلنے والوں کی حاجت روائی کرتے۔ سامنے کوئی مانگنے والا آتا تو عطا فرماتے۔ بیوہ ویتیموں کی امداد کرتے مسجد یا درگاہوں کے مانگنے والے فقیروں کا سوال رونہ کرتے۔ جمعہ دیگر ایام متبرک میں خاص طور پر خیرات فرماتے۔ طلباءو مدراس دینیات کے ساتھ خصوصی اعانت کرتے تھے آپ نے مدرسہ نظامیہ پر اس قدر خرچ کیا کہ جس کا شمار نہیں ہوسکتا۔ علاوہ (ماء) روپیہ ماہوار چندے کے جو بھی غیر معمولی اخراجات پیش آتے آپ برداشت فرماتے تھے اس کے سوا گھر پر آپ کے پاس کئی طالب علم رہتے جن کے تمام اخراجات مولانا برداشت کرتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے دستر خوان پر عرب و ہندوستان اور مختلف مقامات کے دس بیس مہمان ضرور رہتے تھے آپ مہمانوں کی بڑی خاطر مدارت کرتے ۔ گو آپ کی غذا سادہ تھی اور مہمانوں کے لئے پر تکلف غذائیں پکتی تھیں ۔ جس میں سے آپ کچھ نہیں کھاتے تھے مگر محض اس لئے کہ مہمان کی خاطر شکنی نہ ہو ۔ دستر خوان پر بیٹھ جاتے تھے ۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض مہمان اپنی ضرورتوں کے لئے آپ کے ہاں برسوں رہے ہیں ۔ مگر آپ نے کبھی برا مانا نہ ان کی خاطر تواضع میں کمی کی بلکہ ضرورت پر آپ نے ان کی مدد دل کھول کر فرمائی ۔

رمضان المبارک کس طرح گزرتا تھا

رمضان المبارک میں آپ کا دسترخوان خاص طور پر وسیع ہوتا تھا ۔ ابتداً جب آپ کی تنخواہ چار سو تھی تو یہ انتظام تھا کہ دو سو آدمی سحر و افطار آپ کے ساتھ کریں مگر چوں چوں آمدنی بڑھتی گئی اس تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا آخر میں سات سو تک نوبت پہونچ گئی تھی ۔ رمضان شریف آنے کے کئی دن پہلے سے اس کی تیاریاں شروع ہوتی تھیں ۔ سحر

www.shaikulislam.com

وافطار میں دستر خوان پر نہایت پر تکلف غذائیں ولوازمات ہوتے تھے اس مہینے میں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ اتنا خرچ کرتے کہ آخر میں مقروض ہوجاتے جس کا سلسلہ کئی مہینوں تک رہتا۔اس کے بعد پھر آئندہ رمضان کی تیاریاں شروع ہوجاتیں۔

جذبہ ہمدردی

آپ نہایت رقیق القلب تھے کسی کی ذراسی تکلیف بھی آپ کو متاثر کردیتی تھی۔قیام مدینہ طیبہ کے زمانہ میں کسی نے آکر کہا کہ فلاں صاحب بوجہ فاقہ مٹی گھول کر پیا کرتے ہیں۔یہ سنتے ہی آپ بے قرار ہوگئے اور فرمائے سبحان اللہ کیا لوگ ہیں؟ فاقہ کی تکلیف دفع کرنے کے لئے مٹی گھول کر پیتے ہیں مگر سوال نہیں کرتے۔اس خبر کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ اس وقت آپ نے مساکین مدنیہ الرسول کی امداد کے لئے انجمن بنائی اور اس میں ایک کثیر رقم چندہ میں دی اور احباب سے بھی لیا۔یہ انجمن آپ کے قیام مدنیہ طیبہ تک قائم رہی۔

ایثار

سخاوت میں سب سے ارفع درجہ ایثار کا ہے یہ صفت بھی آپ میں

بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ چنانچہ معاش موروثی قضاء وغیرہ سے آپ کے بھائی ہی منتفع ہوتے رہے کبھی آپ نے اس میں سے ایک پائی نہیں لی ۔آپ کے والد ماجد خدمت قضاء سے سبکدوش ہوکر فائز بلدہ ہوئے اورنواب سر سالار جنگ بہادر اول نے آپ کے لئے ساٹھ روپیہ ماہوار منصب اجرا کرنیکی خواہش ظاہر کی چونکہ آپ ضعیف العمر تھے اس لئے آپ نے اپنے فرزندوں کے نام جاری کرانا چاہا گو اس وقت مولانا صاحب اہل عیال تھے اور ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں تھا مگر اللہ رے ایثار۔ والد صاحب سے عرض کیا کہ آپ میرا خیال نہ فرمائیں اللہ مالک ہے چھوٹے بھائی کے نام کروادیجئے یہ بھی فکر معیشت کے قابل نہیں ہیں۔ان کی جانب سے اطمینان ہوجائے تو اچھا ہے۔ سچ ہے۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ پر عمل کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں

عفت و عصمت

یہ تو سب جانتے ہیں کہ سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں ہے اور غیب کا علم اللہ ہی کو ہے مگر دنیا میں نیک و بد ہونے کا حکم تو ظاہر پر لگایا جاتا ہے راقم نے نہ خود آنکھوں سے دیکھا نہ اور سے سنا کہ کبھی آپ نے کسی گناہ کا

ارتکاب کیا ہو۔ احتیاط فرماتے کہ کوئی خلاف شریعت بات سرزد نہ ہو کوشش کرتے کہ کسی صغیرہ میں مبتلا ہونے نہ پائیں نہ آپ کی زبان کبھی کبھی جھوٹ غیبت اور فحش کلامی سے آلودہ ہوئی آپ ہمیشہ گفتگو میں اس امر کا خیال رکھتے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو تنبیہ یا نصیحت کے طور پر کسی کو کسی کے متعلق کچھ لکھنا یا کہنا بھی ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ بعض لوگ ایسا کہتے یا ایسا کرتے ہیں کسی کا نام لے کر نہیں کہتے تھے۔

ریا

یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے صفات کا آدمی ریا جیسی بُری بلا میں پھنسے جیسا کہ حدیث میں ''ریا شرک خفی ہے'' اس سے آپ اس معاملہ میں بے حد محتاط تھے انتہائی سعی فرماتے کہ عبادات پوشیدہ رہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے پاس چند طلبہ بیٹھے ہوئے تھے ایک طالب علم نے کتابیں خریدنے کے لئے آپ سے کچھ روپیہ قرض مانگے اس سوال سے پہلے ایک اور طالب علم نے آپ سے اسی قسم کا سوال کیا تھا آپ نے ان دونوں کو علحدہ علحدہ رقم دیدی تھی جن کی ایک دوسرے کو خبر نہیں تھی مگر جب دونوں کتابیں خریدنے کے لئے بازار گئے تو ایک نے

دوسرے سے کہا کہ ''مولانا نے آپ کو کتنی رقم دی ہے'' دوسرے نے جواب دیا کہ دس روپیہ اور دل میں خیال کیا کہ شاید پہلے کو مجھ سے زیادہ ملے ہیں جب تو اس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا۔ لیکن پہلے نے کہا کہ بھائی مجھکو بھی دس روپیہ ہی ملے ہیں اس مساوی عطیے پر جس کی ایک دوسرے کے خبر نہ تھی دونوں کو حیرت ہوئی۔

خوشامد پسندی

آپ ان لوگوں میں نہیں تھے جو اپنی تعریف سن کر خوش ہوتے ہیں آپ کو خوشامد اور چاپلوسی سے دلی نفرت تھی جو کوئی آپ کی تعریف کرتا اس سے ناراض ہو جاتے تھے۔

(۱) ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت رمضان المبارک میں خوب ثواب کماتے ہیں جواب میں کچھ ناراض ہو کر فرمایا۔ ''میاں ثواب کہاں کا یہ سب جو کیا جاتا ہے وہ محض دوست احباب کے اجتماع کے لئے ہے۔ کیونکہ رمضان جیسے برکت اور رحمت والے مہینے میں اس قسم کا اجتماع اچھا معلوم ہوتا ہے

(۲) آپ کی تعریف میں ایک صاحب نے قصیدہ پڑھا آپ نے فرمایا

یہ سب آپ کا حسن ظن ہے میں اس کا قابل نہیں ہوں ۔غرض یہ وہ پاک مشرب لوگ تھے جنہوں نے عمر بھر سنت نبوی کی تعمیل کی ظاہر پسندی خوشامد اور فسق و فجور کو پاس آنے نہیں دیا مخفی خیرات کو پسند کے لم تعلم شمالہ مااعطت یمنیہ والی حدیث کی پابندی کی رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

عبادات

پابندی شریعت

آپ کی زندگی ملت بیضاء کے بالکل مطابق تھی ۔کھانے پینے ،سونے بیٹھنے ،چلنے ،پھرنے غرض ہر بات میں اس کا خیال رکھتے کہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہونے پائے چھوٹی چھوٹی باتیں خلاف شرع ظاہر نہ ہوتیں ۔

نماز

پابندی نماز کا یہ عالم تھا کہ راقم ۲۷ سال کی خدمت میں رہا کبھی کوئی نماز قضاء ہوتے نہیں دیکھا مرض الموت میں جب آپ کو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا تھا ۔تیمّم کر کے لیٹے لیٹے ہی نماز ادا فرماتے ۔حتی کہ دورہ غشق میں جو نمازیں قضاء ہوجاتیں وہ بھی ادا فرماتے ۔سرطان پیٹھ میں تھا جس کی

www.shaikulislam.com

تکلیف سے چت لیٹنا نہایت تکلیف دہ تھا مگر آپ نماز کی خاطر یہ تکلیف بھی برداشت فرماتے وصال سے دو تین گھنٹہ پہلے جب کہ آپ کو اس قدر تنفس تھا کہ دور تک آواز سنائی دیتی تھی اور اس کی شدت سے زبان کو حرکت دینا متعذر تھا تو راقم نے دیکھا کہ صرف آنکھوں کے اشارہ سے نماز ادا فرمارہے ہیں اس وقت محسوس ہوا کہ یہ آخری نماز ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ دیر سے اسی میں مشغول ہیں آپ ہمیشہ فرض نماز باجماعت (جیسا کہ لباس کے بیان میں گزرا) پورا لباس پہن کر اس قدر خشوع و خضوع سے اداء فرماتے کہ دیکھنے والا متاثر ہوجاتا۔ علاوہ فرائض کے صرف تہجد اور صلوٰۃ اوابین کے پابندی تھے کیونکہ آپ کا زیادہ وقت تالیف و تصنیف میں گزرتا تھا۔

روزہ

چونکہ نماز دوسرے مشاغل سے روکتی ہے اور روزہ میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ مشاغل علمی میں حارج ہو اس لئے آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ علاوہ مفروضہ مسنونہ روزوں کے نفل کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ ایام متبرکہ و ایام بیض (ہر مہینہ کی تیرھویں چودھویں و پندرھویں) کے سوائے

ہر دوشنبہ و پنچشنبہ کو بھی روزہ رکھتے تھے آخر میں جب یہ بھی کافی معلوم نہ ہوا تو صوم داؤدیؑ شروع فرمایا (صوم داؤدیؑ ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن نہ رکھنے کو کہتے ہیں) احادیث میں صوم داؤدیؑ کی بڑی فضلیت آئی ہے اس واسطے کہ روزانہ روزہ رکھنے سے نفس عادی ہوجاتا ہے اور اس پر کچھ گراں نہیں گزرتا۔ مگر ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا طبیعت پر بے حد شاق گزرتا ہے۔

زکوٰۃ

آپ کی خیرات کا ذکر جود و سخا کے عنوان میں گزر چکا سچ تو یہ ہے کہ آپ اس عبادت سے محروم تھے کبھی آپ صاحب نصاب ہوتے ہی نہیں تھے کہ آپ پر زکوٰۃ واجب ہوتی اوائل عمر میں عسرت سے گزری اس میں گزر بسر ہی مشکل تھی بعد میں جو کچھ آتا اس پر ہر ایک سال تو کیا ایک مہینہ بمشکل گزرتا تھا۔

حج

آپ نے کل تین حج کیئے اور کئی سال تک مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا جس کی تفصیل پچھلے اوراق میں گزر چکی ہے اعادہ باعث طوالت ہے۔

www.shaikulislam.com

مجاہدہ نفس

علم وعبادت ظاہری کا خاصہ ہے کہ کبرونخوت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک نفس کو قابو میں نہ کیا جائے یہ بات دور نہیں ہو سکتی اس لئے صوفیائے کرام علمائے ظاہر کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے کیونکہ ان کی نظر ہمیشہ ظاہر پر رہتی ہے باطن پر نہیں اور وہ صرف باطن کو دیکھتے ہیں مولانا صرف عالم ظاہری نہ رہے بلکہ ان لوگوں میں تھے جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے آخرت یا علمائے باطن کے نام سے موسوم کیا ہے۔تصوف میں سب سے اہم اور پہلی بات مجاہدہ نفس ہے اسی سے انسان اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق سیئہ سے پاک ہوتا ہے اسی لئے صوفیاء اس کو جہاد اکبر کہتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے۔

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا　　نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا

چونکہ آپ جامع الکمالات تھے عالم بھی تھے اور صوفی بھی اس لئے ادھر شریعت ظاہری کی پابندی بھی کرتے ادھر تصوف کی منزلیں بھی طے فرماتے سابقہ بیانات سے ظاہر ہے کہ آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدہ نفس فرمایا کھانے میں سونے میں رہنے سہنے میں بہرحال جس طرح ضرورت پڑتی یا جس طرح نفس قابو میں آتا ہو اس طرح عمل فرماتے رسول شب

www.shaikulislam.com

بیداری میں گزاری۔کبھی اس طرح بسر کرتے کہ رات و دن میں کچھ دیر سوتے اور پھر بیدار ہو جاتے کبھی روزہ رہتے کبھی افطار کرتے۔سخت بچھونے پر سوتے۔سادہ غذا کھاتے یہی وجہ ہے کہ آپ مجسم اخلاق تھے۔

تجرد

اس عنوان سے ناظرین کو ضرور تعجب ہوگا کہ آپ نے نکاح کیا اولاد ہوئی پھر تجرد کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ ادھر اتباع سنت کے لئے نکاح ضروری تھا آپ نے نکاح کرلیا ادھر تزکیہ نفس و دینی وقومی خدمات کے لئے بموجب ارشاد باری تعالیٰ یاایھاالذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم کے تجرد کی ضرورت تھی چنانچہ جب آپ کی زوجہ محترمہ نے انتقال فرمایا ہے اس وقت آپ کی عمر انتالیس (۳۹) سال کی تھی۔قویٰ نہایت اچھے تھے آمدنی منقول تھی اور مزید یہ کہ اولاد ذکورہ میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا بہرحال آپ دوسرا عقد فرماسکتے تھے۔مگر آپ نے محض رضائے الٰہی اور مجاہدہ نفس کی خاطر سب کچھ برداشت فرمایا۔دوسرا عقد نہیں کیا۔

فیضان

جس طرح فیاض ازل نے مولانا کو کمالات ظاہری و باطنی سے نوازا تھا اسی طرح آپ نے بھی اس سے ملک و قوم کو فیض پہونچایا پچھلے صفحات میں جن خوبیوں کا ذکر کر لیا گیا وہ ایسی تھے جو زندگی کے سات تھیں۔اب ایسے فیوض کا ذکر کیا جائے گا جن کو خیر دائم کیا جا سکتا ہے۔اور انشاء اللہ اس کا اثر ایک عرصہ دراز تک رہیگا۔

فیض صحبت

جو کوئی مولانا کی صحبت میں رہا ضرور فیض پایا دوست احباب تو خیر ملازمین تک پابندی صوم و صلوٰۃ اور شریعت پر عامل تھے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ کی تعلیم مولانا کے ذمہ بہت تھوڑے عرصہ تک رہی اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ممدوح پر کیا اثرات مرتب ہوئے البتہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ تقریباً (۲۱) سال زیر تعلیم رہے ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی زندگی قرون اولیٰ کے مسلمان سلاطین کا نمونہ ہے یہ مولانا ہی کی صحبت کا اثر ہے جو اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع کے نام کی تمام عالم اسلام میں دھوم مچی ہوئی ہے

www.shaikulislam.com

جدھر دیکھئے جو دوکرم کی نہریں جارہی ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واہل بیت اطہار سے محبت ،علماء ومشائخ کی عزت تمام عالم اسلام سے اخوت ،دین ومذہب کے جانب رغبت غیر مذہب سے رواداری اور مساکین ممالک غیر وبیوگان وغیرہ کی امداد،صحبت وتعلیم ہی کے اثرات ہیں ۔بہر حال شاہ ذیجاہ کے کہاں تک خوبیاں گنائیں اگر گنائی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے یہ سب کچھ مولانا ہی کا فیض ہے۔

مالی

پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ مولانا نے ملک وقوم کی خاطر اپنا سب کچھ اثاثہ لٹادیا۔یہی نہیں بلکہ آپ سے جس قدر بھی ممکن تھا قوم کے لئے خزانہ شاہی سے بھی خرچ کرنے میں دریغ نہیں فرمایا۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امور مذہبی کے لئے اتنی رقم منظور کرائی ہے کہ بعض عہدہدار یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ کیا آپ ملک کا پورا خزانہ اسی میں صرف کروائینگے ۔ایک تو ان تمام تفصیلات کے مواد کی فراہمی مشکل

دوسرے باعث طوالت ہے اس لئے صرف چند امور لکھئے جاتے ہیں ۔اس میں ایک خاص بات قابل لحاظ یہ ہے کہ مولانا کا فیض ملک

و بیرون ملک سب جگہ کے لئے عام تھا۔ کسی جگہ کوئی خصوصیت نہیں تھی۔

مدارس

علوم دینیہ کے لئے مولانا کی زندگی وقف تھی اس کا اندازہ ذیل کے مدارس کی فہرست سے ہو سکے گا جن میں سے بعض کو مولانا نے قائم فرمایا اور بعض کے نام امداد منظور کرائی۔

(۱) قیام مدرسہ معینہ عثمانیہ اجمیر شریف بہ اجرائی امداد ایک ہزار ماہانہ

(۲) اضافہ امداد مدرسہ دیوبند چھ سو ماہانہ

(۳) امداد مدرسہ کولھاپور دو سو ماہانہ

(۴) قیام مدرسہ حفاظ خلد آباد شریف بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس

(۵) قیام مدرسہ حفاظ مکہ مسجد بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس ماہانہ

(۶) امداد مدرسہ بدایون ماہانہ ایک سو پچیس

(۷) امداد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سو (100) ماہوار

(۸) امداد مدرسہ فتح پوری دہلی ماہانہ پچاس

(۹) امداد انجمن ہدایت الاسلام اورنگ آباد ماہانہ پچاس

(۱۰) امداد مدرسہ میواڑ اودے پور ایک سو پچیس

www.shaikulislam.com

(۱۱) امداد مدرسہ برار ماہوار و یکمشت برائے تعمیر مدرسہ

(۱۲) قیام مدرسہ دینیہ مسجد چوک

(۱۳) قیام مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک مرحوم

(۱۴) قیام مدرسہ دینیہ افضل گنج

(۱۵) قیام مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف

(نوٹ) جن مدارس کے ساتھ رقمیں درج نہیں ان کی تعداد معلوم نہیں ہوسکی۔

علماء وغیرہ

(۱۶) مولوی عبد الطیف خان صاحب بھوپالی نے مختلف صنعتوں سے قرآن مجید کی کتابت کرائی اور اس کو طبع کرانا چاہتے تھے جب مولانا نے اس کو دیکھا تو اس جدت کی داد دی اور خزانہ شاہی سے پچاس روپیہ ماہوار تاحیات کا وظیفہ جاری کرایا اور تین ہزار کلدار برائے طباعت دلائے۔

(۱۷) حکیم یعقوب خاں صاحب ساکن بمبئی نے ان علاقوں میں اشاعت اسلام کے خیال سے جہاں عموماً مرہٹی بولی جاتی ہے کلام مجید کو مرہٹی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کیا۔ مولانا نے اس کے صلہ میں پچاس

(۵۰) ماہوار کا وظیفہ تا حیات منظور کرایا اور پندرہ ہزار کلدار نقد طباعت کے لئے دلوائے۔

(۱۸) متولی صاحب اجمیر شریف کے نام تین سو ماہانہ اور ایک ہزار نقد رخصتانہ

(۱۹) خطیب صاحب مسجد دہلی ماہانہ تین سو۔

(۲۰) شیخ حمزہ خادم روضۂ اطہر مدینہ طیبہ ماہانہ تین سو روپیہ

(۲۱) ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب معالج خصوصی سمیات کے نام صرف خاص مبارک سے تین سو اور علاقہ دیوانی سے دوسو ساٹھ (260) ماہانہ (صاحب موصوف ہر جانور اور ہر قسم کے زہر کا علاج کرتے ہیں۔ سابق میں ایسے مریض دوسرے مقامات پر جانے کے مصارف ومصائب برداشت کرتے تھے۔

(۲۲) مفتی اعظم علی صاحب شائق کے انتقال کے بعد ان کی ماہوار سرکار سے بند ہوگئی تھی۔ مولانا نے دوبارہ جاری فرماکر ان کے کمسن صاحبزادوں کی تعلیم کا انتظام کروایا اور حیدرآباد کے دار الافتاء کو مٹنے سے بچالیا۔

(۲۳) منتظم صاحب نقار خانہ اجمیر شریف ماہانہ پچھتر (75)

(۲۴) تفسیر روح الایمان کی طباعت کے لئے مولوی فتح الدین صاحب پنجابی کو دو ہزار کلدار۔

(۲۵) مولوی محمد شاہ صاحب خمیسی کو حضرت رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ شریف کی درگاہ کا متولی مقرر کر کے معاش اجرا فرمایا۔ سابق میں درگاہ مذکورہ کا متولی نہیں تھا اس کے علاوہ ملک کے تقریباً چارسو علماء مشائخ وغیرہ کو خزانہ شاہی سے ماہواریں کرائیں حرمین شریف ودیگر ممالک کے لوگ اس کے سواہیں جن کی تفصیل باعث تطویل ہے۔

مساجد ومزارات

(۲۶) امداد برائے مسجد اسڑیلیا چالیس ہزار

(۲۷) امداد برائے تعمیر مسجد بصرہ

(۲۸) نل اندازی بہ مساجد

(۲۹) انتظام برقی روشنی بہ مساجد

(۳۰) انتظام فرش سنگ سیلو شامیانہ برائے عیدگاہ اورنگ آباد

(۳۱) تعمیر مسجد مٹھوارہ۔ اس مسجد کی بناء میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ نزاع تھی آپ نے اپنے تدبیر سے رفع نزاع کر کے اخراجات

سرکاری سے مسجد کی تعمیر کروادی۔

(۳۲)تعمیر مسجد مخدوم پورہ گلبرگہ شریف اس مسجد کی بناء میں اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث کا اختلاف تھا آپ نے نہایت دانائی سے آپس میں صلح کروا کے اخراجات سرکاری سے مسجد بنوادی۔

(۳۳)تعمیر نقارخانہ اجمیر شریف۔

(۳۴)تعمیر شاہ راہ قندھار

(۳۵)برائے خریدی جانماز دو ہزار سالانہ ان مساجد جہاں مصلے نہ ہوں یا بوسیدہ ہوگے ہوں جانمازوں کی خریدی کے لئے یہ رقم منظور کروائی سابق میں ایسا کوئی انتظام منجانب سرکار نہیں تھا

(۳۶) جھالرہ اجمیر شریف کی صفائی۔جھالرہ درگاہ شریف کے متصل ایک باؤلی ہے جس سے تمام آبادی سیراب ہوتی تھی۔سوتے بند ہوجانے سے قلت آب کی تکلیف ہوگئی تھی آپ نے بہ مصارف سرکاری صاف کروادیا جس کی وجہ سے اجمیر شریف کی آبادی کو پانی کا بہت آرام ہوگیا۔

(۳۷)تعمیر سرائے متصل درگاہ حضرت سید سعید الدین عرف حاجی سیاح سرور مخدوم رحمۃ اللہ علیہ واقع قندھار شریف

(۳۸)تقریباً چالیس سال سے مساجد کے لئے جدید ماہواروں کی

اجرائی موقوف ہوگئی تھی اور یہ ید موازنہ سے خارج ہوگیا تھا۔آپ نے بڑے کوششوں سے دس سال کے لئے سالانہ دو ہزار چارسو کی منظوری حاصل فرمائی۔

(۳۹) پہلے مصارف سرکاری سے تین سو آدمی حج وزیارت جایا کرتے تھے آپ نے اور دوسو آدمی کا اضافہ کروایا اوران کے مصارف کے لئے جب خاص شاہی سے دس ہزار سالانہ منظور کروائے

(۴۰) سڑکوں پر کی روشنی عموماً رات میں ساڑھے گیارہ کے بعد گل ہوجاتی تھی آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ ایام متبرکہ میں روشنی تمام رات رہا کرے تاکہ ان لوگوں کو جو مجالس وعظ وغیرہ میں سے لوٹتے ہوں تکلیف نہ ہو۔

(۴۱) سابق میں میلاد النبی اور معراج مبارک کی تعطیل ایک ایک روز کی ہوتی تھی آپ نے بلحاظ تقدس وعظمت ان تقاریب کے علاوہ ایک ایک یوم کی تعطیل کا اضافہ منظور کروایا۔آج بھی تعطیلیں ہوتی ہیں مگر مسلمانوں کو اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ تعطیلیں کیوں دی گئی ہیں اور ہم اس کو کس طرح صرف کریں۔

(۴۲) حیدرآباد میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح

تاریخ وفات بھی معلوم نہیں تھی آپ نے ان کے ایام وفات میں انعقاد مجالس کی بنیاد ڈالی جو مکہ مسجد میں سرشتہ مذہبی کی جانب سے ہوتی ہیں بعد میں اعلیٰ حضرت نے ایک ایک یوم کی تعطیل بھی منظور فرمادی۔

اصلاحات

سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی گمراہوں اور تباہی پر رحم کھا کر اللہ پاک نے ان کی اصلاح کے لئے مولانا کو بھجا اگر مولانا کے کارناموں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ آپ نے اصلاح مسلمانان کا کام کس خوبی سے انجام دیا یہ کام مسلمانوں کا تھا کہ ایسے شفیق مصلح کی ہدایات پر چلتے مگر افسوس وصد ہزار افسوس کہ ایک طرف مولانا کی بے وقت وفات اور دوسری طرف قوم کی جاہلانہ غفلت سے کوئی خاطر خواہ فائدہ ملک وقوم کو نہیں پہونچ سکا۔ہم ان اصلاحات کا ذکر اجمالاً کرتے ہیں ممکن ہے کہ مسلمان اس سے راہ ہدایت پائیں اور اپنی دنیا وعاقبت سنوار لیں۔آپ نے جو کوشش صرف مسلمانوں خصوصاً دیہایت کے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے فرمائی ہیں وہ یہ ہیں

(۱) صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کی صورت عطا فرمائی اور اس کے عملہ

میں توسیع کی ورنہ سابق میں برائے نام محکمہ ایک نائب صدر الصدور ایک اہلکار کا تھا اور تجویز تھی کہ اس کو کسی دوسرے دفتر میں ضم کردیا جائے بعد توسیع اس کے ذمہ آپ نے اصلاح مسلمانان انتظام سیاہیہ جات نکاح و تنقیح خدمات شرعیہ کا کام تفویض فرمایا۔

(۲) انجمن اصلاح مسلمانان قائم فرمائی جس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے۔

(۳) تین واعظین کے نام سو سو روپیہ اور ایک کے نام پچاس روپیہ ماہوار جاری کروائی۔ جس کے ذمہ تھا کہ وعظ کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح کریں۔ یہ بلدہ میں بھی وعظ کہتے اور وقت ضرورت اضلاع پر بھی جاتے۔

(۴) زمانہ جنگ میں راستہ پر امن نہ ہونے کے باعث کئی سال حجاج نہ جاسکے اس گنجائش کی رقم محفوظ تھی آپ نے واعظین کو اخراجات دے کر اضلاع کو روانہ فرمایا کہ وہ دیہات کے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح کریں۔

(۵) سالانہ دو ہزار کی رقم آپ نے اس لئے منظور کرائی کہ اس سے دینیات کی کتابیں خرید کر کے غیر مستطیع مسلمانوں کو مفت دے جائیں۔

www.shaikulislam.com

(٦) نواب غفران مکاں کی یصال ثواب کی رقم سے دینیات کی کتابیں اسی غرض کے لئے خرید فرما کرارسال کروائے۔اور یتیم سیدانیوں کا نکاح کروادیا

(۷) چونکہ قضاء اور دیگر اہل خدمت شرعیہ کے ذمہ کچھ زیادہ کام نہ تھا اور مسلمانان دیہات کی حالت خراب تھی۔حکم نافذ فرمایا کہ یہ حضرت ہرسال اپنے علاقہ میں دورہ کرکے مسلمانوں کی اصلاح کرکے ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں اور اس کی اطلاع صدارت کو دیا کریں۔(ب) عام طور پر جو اصلاحیں قوم وملک کے فائدہ کے لئے کیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۸) مکہ مسجد میں ہمیشہ نماز جمعہ دو بجے ہوا کرتی تھی۔احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرام نماز جمعہ اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے آپ نے مطابق سنت اس کا انتظام فرمایا

(۹) مکہ مسجد میں نماز جنازہ صحن میں ہوا کرتی تھی ایک تو کثرت مصلیوں کے باعث اور دوسرے گرمی وبارش کے سبب سے مصلیوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے آپ نے محراب کے پاس ایک دروازہ لگوایا جنازہ بیرون مسجد دورازہ کے پاس رکھ دیا جاتا وقت پر دروازہ کھول کر نماز

جنازہ پڑھا دی جاتی۔اس سے ایک طرف تو مصلیوں کو آرام ہوگیا اور ادھر جنازہ کو اندرون مسجد لانے کی کراہیت رفع ہوگئی۔

(۱۰) آبادی سے باہر بہت سی ویران مسجدیں ایسی تھیں جن کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔آپ نے ان بند کروا دیا تا کہ خانہ ہائے خدا خراجات بننے سے بچ جائیں۔

(۱۱) بہت سی درگاہ ایسی تھیں جن کی حالت خراب تھی ان کی آمدنی ان پر خرچ نہیں کی جاتی بلکہ سرکار سے جو جاگیریں وغیرہ عطا ہوئی تھیں وہ قرضوں میں مکفول ہوگئی تھیں آپ نے ان سب کو اصلاح فرمائی اور ادائی قرضہ جات کا معقول انتظام فرمایا۔

(۱۲) قدیم سے دستوار تھا کہ اعراس کے موقع پر طوائف اولیاء کرام کے مزارات پر آکر مجرا دیا کرتی تھیں جس سے اقسام کے لغویات ہوتے تھے اور یہ یقیناً اولیاء کرام کی ناراضی کا سبب بھی تھا آپ نے حکم جاری فرمایا کہ آئندہ سے درگاہوں پر طوائف کے مجرے نہ ہوا کریں۔

(۱۳) قدیم سے موذن پیش امام و دیگر اہل خدمات شرعیہ کے تقرر وراشتہ ہوتے تھے اہل بیت کا کوئی لحاظ نہ تھا جس سے تخریب کار یعنی تھی اور جب سے کہ عدالتی اختیارات قضاۃ سے لے لئے گئے اس وقت سے

www.shaikulislam.com

نہ کسی کی توجہ ان کے جانب تھی نہ خود ان کو اپنی حیثیت کا احساس تھا مگر نکاح وغیرہ کے مثل بعض امور ان سے متعلق تھے جس میں بعض نا اہلیت کے باعث لغزشیں کر جاتے اس لئے آپ نے ان سب کے لئے امتحانات مقرر فرمائے اور یہ شرط لگا دی کہ جب تک مدرسہ نظامیہ میں مقررہ نصاب کے مطابق امتحان نہ دے لیں اس وقت تک مامور بہ کار نہ کئے جائیں۔

(۱۴) اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی انتظام فرمایا کہ اہل خدمات شرعیہ کے لڑکے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائیں۔ ان میں سے جن کی آمدنی معقول تھی وہ لڑکوں کے مصارف خود برداشت کریں جو کم استطاعت تھے ان کی امداد محکمہ صدارت العالیہ خزانہ شاہی سے ادا کرے اور مدرسہ نظامیہ میں ان کے رہنے سہنے، کھانے، لباس، کتب، درسی، وغیرہ سب کا انتظام کیا جاتا۔

(۱۵) مسلخوں میں بھی بدنظمی تھی ذبح کے لئے ایسے جاہل لوگ مقرر تھے جو مسائل ذبح سے تک ناواقف تھے۔ آپ نے اس بدنظمی کو دور فرمایا اور تعلیم یافتہ اشخاص مقرر فرما کہ مسلمانوں کو حرام کھانے سے بچالیا۔

(۱۶) جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں وہاں معاملات نکاح بھی تھے اس میں اقسام کی جعل و دھوکہ بازیاں کی جاتی

www.shaikulislam.com

تھیں جعلی سیاہے بنائے جاتے وراثت ومہر کے جھوٹے دعوے کئے جاتے جس کی اصلاح کے لئے آپ نے جدید وضع کے تختے تیار کروائے جس کی وجہ سے ایسی جعل سازیاں ہونے کا بہت کم احتمال ہے

(۱۷) باوجود قطعی حرمت وشدید عیدوں کے مسلمان اُم الخبائث ودیگر منکرات کے استعمال کے اس قدر رشیدا ہے کہ الامان جب ان کو اسلام کے احکام کا پاس نہ تھا تو ایام متبرکہ کا کیا خیال کرتے۔ مولانا کا خیال تو یہ تھا کہ مبتلائے منکرات مسلمانوں کے لئے حد نہیں تو کم از کم کوئی تعزیر ہی مقرر فرمائیں تاکہ اس بلا سے محفوظ رہ سکیں مگر مولانا کی یہ آواز و پوری نہ ہو سکی اس لئے آپ نے یہی غنیمت سمجھا کہ کم از کم ایام متبرکہ میں تو اس قسم کا ارتکاب گناہ ہونے پائے۔

(۱۸) طوائف کا یہ معلوم ہے کہ آباد شاہراہوں اور پر رونق بازاروں میں رہتے ہیں بلدہ حیدرآباد میں بھی ان کا یہی حال تھا بلکہ بعض مساجد کے قریب ے چگلہ بنائے ہوئے تھیں۔ اس طرح سر بازار بیٹھنا کس قدر مخرب اخلاق ہے اس کا ہر شریف آدمی اندازہ کر سکتا ہے اس لئے آپ نے حکم نافذ فرمایا کہ آئندہ سے کوئی کیسی شارع عام پر نہ رہا کرے۔

(۱۹) مسلمانوں کے مقابر غیر محصور تھے جس کی وجہ سے جانورو غیرہ کی

نجاست اور لوگوں کا آمد ورفت سے ان کی بے حرمتی ہوتی تھی آپ نے محصور فرما کراس سے بچالیا۔

(۲۰) کم تولنے اور کم ناپنے کے متعلق کلام پاک میں بڑی سخت وعید آئی ہیں۔ ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم تو اسی وجہ سے تباہ کردی گئی ریاست حیدرآباد میں اوزان صحیح نہ تھے۔ بناء بریں آپ نے تمام باٹ اور پیمانوں کی تنقیح فرما کے صحیح پیمانے رائج کردئے موجودہ تول وناپ کے پیمانے آپ کی توجہ کے اثرات ہیں۔

(۲۱) مطلع صاف نہ ہونے پر رویت ہلال کی خوشخبریں باہر سے منگوائی جاتی تھیں ان میں اختلاف ہوا کرتا تھا۔خصوصاً یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا کہ مخبار(ٹیلگراف) کی خبر پر شرعاً اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس بارے میں آپ نے علمائے کی ایک مجلس منعقد فرمائی جس نے بعد تحقیق یہ رائے دی کہ شرعاً مخبار کی خبر قابل اعتماد نہیں ہے اس پر آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ حوالی بلدہ کے بلند مقامات پر نظم جمعیت کے سوار روانہ کئے جائیں جو رویت کی خبر صدر الصدور کو پہونچائیں اس کے علاوہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جہاں کہیں رویت ہو وہاں سے دو آدمی اخراجات سرکاری سے صدر الصدور کے ہاں بھیجے جائیں تاکہ شہادت جب احکام شرع

www.shaikulislam.com

شریف دیں۔

(۲۲) آپ نے ایک تحریک پیش فرمائی تھی کہ تمام مدارس سرکاری میں ایک ایک معلم مقرر کیا جائے جس کے ذمہ صرف تعلیم دینیات ہو اور اس کے لئے موازنہ میں ایک لاکھ روپیہ منظور کئے جائیں مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کی وجہ سے یہ تحریک یونہی رہ گئی۔ اب مدارس میں تعلیم دینیات تو ہوتی ہے مگر برائے نام پہلے تو اس مضمون کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی نہ اس کے لئے کافی وقت دیا جاتا ہے نہ اس میں ناکام رہنے کوئی اثر ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مدارس اضلاع تو ایک طرف مدارس بلدہ کے طلباء ختم تعلیم کے بعد بھی نماز و قرآن ناظرہ خوانی جیسے اہم آسان چیزوں سے بھی واقف نہیں رہے اس بھی غیر مسلم تو خیر مسلمان جو اپنے آپ کو مسلمان ماں باپ کی اولاد سمجھتے ہیں بار بار یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ مدارس سرکاری سے تعلیم دینیات دور کردی جائے ”وائے برحال مسلمانان“ ایسی صورت میں بے ساختہ مولانا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے کہ کاش اللہ جلّ شانہ مولانا کو اور کچھ دن زندہ رکھتا اور آپ اس عالمگیر دہریت کا مقابلہ فرماتے۔

(۲۳) پہلے بعض درگاہوں میں عرس کے ساتھ منیا بازار (زنانہ بازار) کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ اس میں جو خرابیاں وقوع پذیر ہوتی تھیں

www.shaikulislam.com

ان کو بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے ان خرابیوں کے انسداد کے لئے آپ نے مینا بازار ہی بند کروادئے تاکہ نہ بناء فساد رہے نہ فساد ہونے پائے۔

(۲۴) رمضان المبارک میں جو لوگ روزہ نہ رکھیں ان پر واجب ہے کم از کم حرمت رمضان کے خیال سے علانیہ کھاتے پیتے اور بعض جگہ شادیاں ہوتیں اور اعلی الاعلان دن میں دعوت ہوتی تھی آپ نے ان امور کا انسداد فرمایا کہ احکام شرعیہ کی اعلانیہ بے حرمتی نہ ہونے پائے۔

(۲۵) پست اقوام میں ایک رسم ہے کہ عمر لڑکیوں کو کسی دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے کوئی شادی نہیں کرتا جو مُر بی کہلاتی ہے اب مُر بی کا اختیار ہے کہ جس مرد سے چاہے تعلق پیدا کرے کوئی روک ٹوک نہیں۔ ہجڑے وہ مرد ہیں جو علامت تذکیر کو قطع کر کے عورتوں میں ملنے کی کوشش کریں ظاہر ہے کہ یہ دونوں طبقے معاشرت کے لئے کس قدر مضر ہیں اس لئے مولانا نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ سے مُرلیاں اور ہجڑے نہ بنا کریں مگر افسوس ہے کہ مولانا کے وصال کی وجہ سے یہ طبقے مٹ نہیں سکے سنتے ہیں کہ باوجود ممانعت کے مُرلیاں اب بھی بنائی جاتی ہیں اور ان پر کوئی دارو گیر نہیں اور مخنثوں نے دوسری صورت اختیار کرنی اور دن بدن

بڑھتے جارہے ہیں۔ضرورت ہے کہ قوم ان خرابیوں کے اصلاح کی جانب متوجہ ہوتا کہ یہ سب بڑی اخلاقی برائیاں ملک سے دفع ہوجائیں۔

(۲۶)مسلمان دین سے اتنے بیگانہ ہوتے چلے ہیں کہ خدا کی پناہ۔انتہا یہ کہ اپنے عزیز واقارب کی آخری خدمت یعنی تجہیز وتکفین بھی نہ کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں اس فرض کفایہ کی ادائی کے لئے ایک پیشہ ور جماعت غسالوں کے نام سے موسوم ہے۔پہلے ان کا یہ حال تھا کہ مسائل شرعیہ سے واقف نہ دین سے یگانہ جس کی وجہ سے تجہیز وتکفین حسب احکام شرع نہیں ہوسکتی تھی۔مولانا نے اس خرابی کے انسداد کے لئے ایک امتحان مقرر فرمایا اور حکم دے دیا کہ کوئی پیشہ رو غسال جب تک اس امتحان میں کامیاب نہ ہو یہ خدمت انجام نہ دے۔

(۲۷)حیدرآباد میں قدیم سے دستور تھا کہ ۲۸ رمضان المبارک نرخی (صدرالصدور) کی سواری شہر میں نکلتی تھی جس کی غرض بازار کا نرخ دریافت کرنا اور کیال وموازین کی تنقیح تھی مگر بعد میں تو صرف یہ ایک رسم کی صورت رہ گئی تھی بلکہ اور دیگر خرابیوں کے ساتھ اس میں بھی ایک خرابی پیدا ہوگئی تھی وہ یہ کہ صدرالصدور کے ہمراہی تمام بازار کو لوٹ لیا کرتے تھے اس لئے دستوار کو مٹا دیا کہ نہ علت رہے نہ معلول۔

www.shaikulislam.com

مشاغلِ علمی

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا کو بچپن ہی سے علم کا اس قدر شوق تھا جس کا اندازہ مشکل۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی شوق علم کا نشہ بھی تیز ہوتا گیا۔ حتی کہ آخر عمر میں آپ نے رات کا سونا حرام کر دیا دن رات میں جو وقت فرصت کا ملتا بس مطالعہ تدریس یا تالیف وتصنیف میں فرماتے۔

کثرۃ مطالعہ

کثرۃ مطالعہ کو یہ عالم کہ آپ کے وسیع کتب خانہ کی اکثر کتابیں ایسی تھیں جن پر مولانا نے ابتداء سے انتہا کچھ نہ کچھ تحریر کیا جو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے ان کا نہایت تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے راقم سے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نہایت کثرت سے مطالعہ کرتے تھے اور کوئی فرصت مطالعہ سے خالی نہ رکھتے تھے۔ پر جب ایک فن سے آپ کا جی اکتا جاتا تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرمادیتے۔ اس ارشاد سے راقم نے قیاس کیا کہ مولانا کا مطالعہ بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ یہ شوق تو آپ کا ذاتی تھا۔ ملاحظہ ہو کہ آپ کے اس شوق علم سے قوم وملک کو کیا فائدہ

www.shaikulislam.com

پہنچا گو اس کو فیضان کے عنوان میں درج ہونا چاہئے تھا مگر شرف علم اور اس کی اہمیت کے اعتبار سے جداگانہ عنوان کی ضرورت پڑئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے دماغ بہت کم پیدا ہوتے ہیں جب بیک وقت کئی کام کر سکتے ہوں۔اس کے علاوہ ایسے اشخاص بہت کم ہوتے ہیں جو اپنی تمام قابلیتوں سے کما حقہ کام لیں۔ نپولین اعظم کے متعلق لوگ آج تک حیرت کرتے ہیں کہ وہ کیونکر ملکی معالات کے ساتھ ساتھ علمی مشغلہ بھی جاری رکھ سکا۔یہی حالت مولانا کی بھی ہے ایک طرف ملکی معالات میں اس قدر انہماک کہ دن رات نئے نئے اصلاحات جاری کرنے کی فکر اور قوم کو سنبھالنے کا خیال تو دوسری طرف کثرۃ مطالعہ تالیف وتصنیف کے علاوہ سلسلہ درس بھی آخر عمر تک جاری حق تو یہ ہے کہ قوم ایسے لوگوں کو جتنی توقیر کرے کم ہے۔

تدریس

جیسا کہ سابق میں بیان ہوا ابتداء میں تو آپ کا مشغلہ درس وتدریس ہی تھا جوں جوں سرکاری ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا یہ شغل کم ہوتا گیا۔ ہر ہفتہ طلباء مدرسہ نظامیہ کے امتحانات لیا کرتے تھے وزارت کے بعد اس

کے لئے بھی وقت نہیں نکال سکے مگر ایسی ہستیاں بہت کم نظر آتی ہیں۔ جو اتنے بڑے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد بھی رات کے بارہ بجے تک اپنا آرام چھوڑ کر درس دین آخر عمر تک آپ کا یہ معمول تھا کے بعد نماز عشاء فتوحات مکیہ کا (جو فن تصوف میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور کتاب) درس دیا کرتے تھے جو کم وبیش آدھی رات تک جاری رہتا تھا۔

تالیف وتصنیف

اس کے ساتھ ساتھ تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا مولانا کی کل مؤلفات کم وبیش چالیس تک پہونچی ہیں جو زمانہ کے ضروریات کے مطابق تالیف کی گئیں اور بجز ایک دو کے تقریباً سب چھپ چکی ہیں جن میں سے بعض کو مولانا نے اپنے ذاتی صرفہ سے طبع کروایا ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اکثر کتابیں دوبارہ سہ بارہ طبع ہوئی ہیں۔

انجمن اشاعت العلوم

ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کے تمام کام اللہ اور صرف اللہ کے واسطے ہوتے تھے کبھی دولت پیش نظر نہیں رہی اس لئے تصانیف کی اس مقبولیت

نے مولانا کی فکروں میں اضافہ کردیا۔تصانیف خود طبع کرواتے اور اصل لاگت پر فروخت کرتے بلکہ اکثر ضرورت مند یا کم مایہ لوگوں کو مفت یا کمی قیمت پر عتاب فرماتے۔مگر آفت تو یہ تھی کے مولانا کے پاس جیسا کہ پچھلے صفحات میں معلوم ہوا کبھی روپیہ جمع نہیں رہتا تھا جس کی وجہ سے بعض وقت کتابوں کی اشاعت فرمایا اور ۱۸ رشوال المکرّم ۱۳۳۰ھ کو حسب فرمان مبارک مولانا کے نام پانچ سو روپیہ ماہوار جاری ہوئی جس کے لئے حکم تھا علوم دینیہ کی اشاعت کے تمام میں لائی جائے۔آہ کہاں ہیں ایسے لوگ جو ملک وقوم کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کردیتے تھے اور جن کے فقدان نے ملک کو اس درجہ ہلاکت میں ڈالدیا خیر تو کہنا یہ ہے کہ مولانا نے ''اس کو اپنی ذات کے لئے سمجھنے کے بدلے اس ماہوار سے ایک انجمن بنام ''انجمن اشاعت العلوم'' کی بناءڈالی جس کے اغراض ومقاصد یہ تھے کہ ایسے اہل علم کی مفید قوم وملک تصنیفات جو بوجہ کمی سرمایہ کے طبع نہ کراسکتے ہوں طبع کرواکے شائع کرے مولانا اپنی زندگی تک اس کے میر مجلس رہے اور انجمن کے خلوص کے ساتھ نہایت بیش قیمت خدمات انجام دیں اور کئی کتابیں شائع کروائیں مگر مولانا کے وصال کے بعد اس میں وہ بات نہیں رہی اب تک اس مجلس نے عربی میں (۱۸) فارسی میں (۲) اردو

میں (۵٦) جملہ (٦٧) کتابیں شائع کی ہیں مولانا علیہ الرحمۃ کے جملہ تصانیف پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جاسکتی البتہ مختصر طور پر ہر ایک کی کیفیت لکھی جاتی ہے کیونکہ ان سب کا مطالعہ عموماً زمانہ حاضرہ کے لئے مفید او کار آمد معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ''کتاب العقل''

انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنی ذات و عقل کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور کسی کو اس کے مقابل کا نہیں سمجھتا جب تک صحیح تعلیم و تربیت اس میں سے یہ انانیت نہ لگالے اس وقت تک وہ منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔ صحیح تعلیم اسلامی تعلیم ہے اور بہترین تربیت اسلامی اصول پر ہوسکتی ہے جن لوگوں کی تعلیم و تربیت اس کے خلاف ہوتی ہے ان کی عقل راہ راست سے دور رہتی ہے۔ مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی عقل چاہے کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو غلطی کرتی ہے ابتداء میں حکماء قدیم کے مسلمہ مسائل اور ان کے اصول کو بیان کر کے عقل کی غلطی بتلائی ہے اس کے بعد حکماء جدید کے اصول سے بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ جو کچھ انسانی عقل پیش کرتی ہے یا جن

مسائل مذہبی کے سمجھ میں نہ آنے کے سبب اعتراض ہوتا ہے اسی طرح مسائل عقلیہ بھی ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بہترین دماغوں کی سعی کا نتیجہ ہیں لیکن یہ بھی مخالفین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہیں مگر باوجود اس کے موجودزمانہ ایسے قیاسات عقلی پر تو دل و جان سے یقین رکھا جاتا ہے اور مذہبی یقینیات پر محض اس لئے کہ وہ خدا کی جانب سے ہیں غور کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور ان کے ماننے میں پس وپیش اس لئے ہم یہاں اس کتاب کے چند مباحث لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ عقل انسانی حقیقت میں کتنی عاجز اور محتاج ہے۔

۹۔اب تک کسی کو علم کی حقیقت نہیں معلوم جتنی تعریفیں اب تک کی گئی ہیں سب پر اعتراضات عاید ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ کہ ہر تعریف کرنے والے کئی دلیلیں پیش کی ہیں مگر معترضین کے اعتراضات کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔

(ب) عقل کو خود اپنی حقیقت نہیں معلوم حکماء چاہئے قدیم ہوں یا جدید ہر چیز کی حقیقت بتلانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر یقین سے یہ نہیں بتلا سکتے کہ عقل کی حقیقت کیا ہے جتنے منھ اتنی باتیں لطف یہ کہ حکماء کے اقوال اکثر ایک دوسرے نہیں ملتے ایک دوسرے کے خلاف میں ہیں

www.shaikulislam.com

(ج) بصارت کے متعلق حکماء کے مختلف اقوال نقل کرکے آپ نے ثابت کیا ہے کہ انسان کی بصیرت ایسی علانیہ اور ظاہر چیز کی حقیقت وارد ایک سے بھی محروم ہے۔

(د) کشیش ثقل پر نہایت مدلل اعتراضات کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ علوم جدیدہ کا اتنا تیقن اور متفق علیہ مسئلہ بھی معترضین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہوجاتا ہے۔اس زمانے میں مسلمانوں اور خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں یہ ایک صحیح خیال پیدا ہوگیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے بالکل مطابق ہے۔لیکن بدقسمتی ہے اس کا مفہوم غیر صحیح لیا جارہا ہے یعنی ہر انسان چاہئے بیوقوف ہو یا احمق دین اسلام کو اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے خود مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے مطابق ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر انسان احکام دین کو اپنی عقل وسمجھ کے مطابق کرنے کی کوشش کرے اس طرح دین دین نہیں رہیگا بلکہ دین صحیح اور عقل سلیم کے مطابق رہینگے خواہ ہر ذی عقل کے عقل کی رسائی ان تک نہ ہو۔چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس لئے ہم ناظرین سے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصاً خواہش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھیں اور دیکھیں

کہ مولانا علیہ الرحمہ نے ان مسائل کو کسی خوبی سے بیان فرمایا ہے غالباً اس کتاب کی تصنیف کا مقصود بھی یہی ہے۔

(۲) ''انواری احمدی''

مدنیہ طیبہ میں لکھی ہوئی سیرۃ النبی پر ایک کتاب ہے مولانا علیہ الرحمۃ کے جذبات حب نبی کا آئینہ ہے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفوی ظاہر ہوتا ہے قابل مطالعہ ہے مولانا الحاج حضرت امداد اللہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ایک تقریظ لکھی اور اس کی بیحد تعریف فرمائی ہے

(۳) جب ہندستان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تدریجاً ادعا نبوت کی طرف قدم بڑھایا تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی مباحث ہوئے مضامین لکھئے گئے حیدر آباد میں غالباً مولانا علیہ الرحمۃ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مذہب قادیانی کی رد میں قلم اٹھایا اور افادۃ الافہام کے دو حصے انوار الحق اور مفاتیح الاعلام کے نام سے چار کتابیں لکھ کر شائع فرمادیں لیکن ان میں سے کسی کا جواب بھی مرزا صاحب نے نہیں دیا اور اب تک رد کرنے والے حضرات ان کتب کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوئے غرض ان حصوں کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کی اصل تصویر دکھائی دیتی

ہے امید کہ عامۃ المسلمین ان حصوں کا مطالعہ کریں گے۔

(۴) ''شمیم الانوار''

مولانا علیہ الرحمہ شاعر نہیں تھے تصوف کے لگاؤ کے باعث جو خیالات اور جذبات اٹھتے تھے ان کو کبھی کبھی نظم فرمادیا کرتے تھے۔آپ کا کلام یقیناً عام مذاق کے مطابق نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو صوفیانہ مذاق رکھتے ہیں ضرور اس سے خط اٹھائینگے کلام کا اکثر توحید و نعمت میں ہے۔

هر کے را با تو رازے دیگرے — نازو انداز و نیازے دیگرے
عاشقاں را تا بخلوت گاہِ دل — هست پنہاں ترک تازے دیگرے
عاشقاں را در بیاں راز ہاست — ہر حقیقت را مجازے دیگرے
انورآ افتادہ را ائے دستگیر — غیت جز تو چارہ سازے دیگرے
یاالٰہی دل زد ستم می بر دیں بوئی کیست — دیں رواو ہائے جانہائے عزیزاں سوئے کیست
یارب ایں آشوب صد شلم غریباں موئ کیست — فتنۂ روز قیامت قامت دل جوئے کیست
باکرمانی ائے قمر تا منظرت شدہ دلپذیر — ویں حکایت ائے ہلال عید از ابروئے کیست
انورآ قصد تقرب باسگِ کو لیش کنی — ہیچ میدانی کہ آں سگ پاسبان کوئے کیست

(۵) ''حقیقۃ الفقہ'' (۲) دو حصے

مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے کو اہل حدیث سے موسوم کرتا ہے وہ فقہ کا

مخالف اور فقہاء کو برا بھلا کہنے والا ہے جو اکابر دین پر طرح طرح کے
الزام دھرتا ہے اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فقہ کو علماء کا ایک
ڈھکوسلا اور فقہ پر عمل کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتا ہے بلکہ گمراہی بتلاتا ہے
جس کی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں پر بُرا اثر پڑنے کا قوی احتمال تھا اور
ہے اس غلطی کو دور کرنے کے لئے مولانا علیہ الرحمہ نے یہ کتاب دو حصوں
میں لکھی ہے ابتداء میں فقہ کی تاریخ بتلائی ہے اور اس کی تدوین میں فقہاء
نے جو مصیبتیں اٹھائی ہیں ان کو ظاہر فرمایا ہے جس سے فقہ پر عائد ہونے
والے اعتراضات خود بخود اٹھ جاتے ہیں اسی طرح عقل و نقل یہ بھی ثابت
یہ بھی سے ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص
کا کام نہیں ہے بلکہ احکام کے استنبط کرنے والوں میں چند شرائط کا پایا جانا
ضروری ہے ورنہ اس کے استنباط میں بجائے ہدایت کے گمراہی کا احتمال
ہے غرض یہ حصے بھی قابل دید ہیں۔

(٦) ''مقاصد الاسلام'' (۱۱) گیارہ حصے

جب کبھی مولانا علیہ الرحمہ کو اپنے مشغلۂ علمی میں کوئی خاص خیال پیدا
ہوتا تو آپ اس کو ایک مضمون کی شکل میں لایا کرتے تھے چونکہ ایسے

مضامین بوجہ اختصار اس قابل تھے کہ عوام کے افادہ کے لئے ان کی اشاعت کی جائے اس لئے مقاصد الاسلام نامی ایک رسالہ جاری فرمایا جس کی اشاعت کوئی موقتی چیز نہیں تھی بلکہ جب کبھی کچھ مضامین جمع ہو جائے شائع کردئے جاتے تھے اس کے مضامین کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف قسم کے جواہر ہیں جو ایک لڑی میں پروئے گئے ہیں۔اس سلسلۂ میں آپ نے مدرسہ نظامیہ کا جابجا ذکر فرمایا ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس کے حالات اورغرض وغایت اور اس کے کارناموں سے واقف ہوکر اس کی دامے ردمے قدمے مدد کرے ان رسائل کے اہم مضامین حسب ذیل ہیں۔

(۱) تمدن وتہذیب صرف انسان ہی کا حصہ ہے دوسرے کسی مخلوق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔

(۲) مسئلہ تقدیر کی تحقیق۔

(۳) ولایت کس کو کہتے ہیں اوراس کے اہل کون ہوسکتے ہیں۔

(۴) خلق الانسان علی صورتہ کی تشریح۔

(۵) تصوف کیا ہے۔

(۶) جزاءوسزا جنت ودوزخ اور قیامت کا دلائل عقلیہ سے اثبات۔

www.shaikulislam.com

(۷) مسئلہ جبر وقدر کی تحقیق۔

(۸) وحدۃ الوجود اور وحدۃ کاملہ۔

(۹) معجزہ اور اس کی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اثبات۔

(۱۰) بعض تاریخی واقعات۔

(۱۱) اتباع صحابہ کی ضرورت کیوں ہے۔

(۷) ''رسالۂ مسئلۃ الربو''

یہ مختصر رسالۂ ہے اس زمانہ میں اس قسم کے رسالوں کے مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اس میں مولانا علیہ الرحمہ نے ان مسائل سے بحث فرمائی ہے۔

الف۔ ربوا (سود) کس کو کہتے ہیں۔

ب۔ سود دار الحرب میں لینا جائز ہے یا نہیں۔

ج۔ ہندستان دار الحرب ہے یا نہیں۔

د۔ دار الاسلام کب دار الحرب بن جاتا ہے۔

(۸) ''الکلام المرفوع فیما یتعلق با الحدیث الموضوع''

میں جمع احادیث اہل بیت راویٔ حقیقت محدثین وفقہاء حفظ اسناد وغیرہ سے بحث فرمائی ہے۔

www.shaikulislam.com

(۹) ''خدا قدرت''

یہ ایک مختصر منظوم رسالہ ہے جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ انبیاء عظام اور اولیائے کرام سے استمداد کر سکتے ہیں۔

(۱۰) ''رسالۂ خلق افعال''

نام سے اس کے مضمون کا اندازہ ہو سکتا ہے اس میں حق تعالٰی کا خالق افعال ہونا ثابت کیا گیا ہے اور فرقہ معتزلہ اور قدریہ کے اعتراضات کے جوابات فلسفیانہ طریقہ پر دیئے ہیں۔

(۱۱) ''رسالہ انوار الودود فی مسائل وحدۃ الوجود''

میں عقل و نقل سے وحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے۔

(۱۲) ''رسالہ انوار اللہ''

میں مسلمانوں کو دلچسپ پیرایہ میں فریضہ حج ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(۱۳) ''رسالہ چہل حدیث''

میں علم کے فضائل میں چالیس حدیث جمع فرمائے ہیں۔

www.shaikulislam.com

(۱۴) ’’رسالہ بشر الکرام‘‘

میں محققانہ حیثیت سے میلا دشریف کو ثابت کیا ہے۔

(۱۵) ’’کتاب التوحید‘‘

میں نفس توحید کے مسائل لکھے ہیں۔

دائرۃ المعارف النظامیہ

سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا نے زمانہ قیام مدنیہ منورہ میں کچھ نایاب کتابیں اپنے ذاتی ہزاروں روپیہ خرچ کر کے نقل کروائی تھیں جب ۱۳۰۸ ہجری میں وہاں سے واپس ہوئے تو مولانا کو خیال گزرا کہ یہ علوم قدیمہ کا بیش بہا خزانہ کسی طرح تلف ہونے سے بچ جائے مولانا کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا جو خود طبع کرواتے کیونکہ جو کچھ تھا وہ سب وہیں مدنیہ طیبہ میں صرف ہو چکا تھا اس لئے آپ نے ملا عبد القیوم صاحب مرحوم سابق کمشنر انعام واول تعلقدار سرکار عالی سے مشہورہ فرمایا اور آپ کی سعی و مدد سے اُسی سال مولانا نے ایک مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ کے نام سے قائم فرمایا۔ جب کچھ دنوں بعد سرکار سے ماہانہ پانچ سو روپیہ امداد منظور ہوئی تو مولانا نے اس کے انتظامات ایک انجمن کے تفویض فرمادئے۔ دائرہ کی

www.shaikulislam.com

سب سے پہلی مطبوعہ کتاب شیخ علاؤالدین مرحوم برہان پوری کی تالیف کنز العمال شائع کی جو حدیث نبویہ کا بہترین مجموعہ ہے اور جس کو مولانا مدنیہ طبیہ سے نقل کرواکے لائے تھے اور اب دائرہ کی حالت نہایت مستحکم ہوگئی ہے اس وقت تک دائرہ نے (۶۷) نادر الوجود عدیم المثال کتابوں کے (۱۲۰) حصے شائع ہیں جو قابل قدر اور لائق مطالعہ اور اس وقت اس کا سرمایہ محفوظ (۵ لاکھ) تیس ہزار اور ماہوار آمدنی تخمیناً (۳۰۰۰) سکہ عثمانیہ ہے۔

کتب خانہ آصفیہ

کتب خانہ آصفیہ کا بلحاظ علمی نادرات کے ہندستان کے مشہور کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کے قیام کا واقعہ مولانا برسبیل تذکرہ راقم الحروف سے اس طرح فرمایا کہ ''محیط سرخی'' کا (جو فقہ حنفی کی ایک مشہور کتاب ہے) ایک قلمی نسخہ سنہ ۱۲۹۶ھ میں حکیم محمد جعفر خان صاحب کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد مختلف ہاتھوں میں پھرتے پھراتے قاضی دلاور علی صاحب کے ہاں پہونچا جہاں سے کسی نے غائب کردیا جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو اس نادر کتاب کے تلف کا بے حد صدمہ ہوا اور ساتھ ہی خیال پیدا ہوا اگر حیدرآباد میں ایک ایک کتب خانہ قائم کیا جائے

جس میں ایسی نایاب کتابیں فراہم کی جائیں تو قدیم علمی ذخائر تلف ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے جب اس کا ذکر ملا محمد عبد القیوم صاحب سے کیا تو انہوں نے میرے ہم خیال ہو کر فرمایا کہ ایسا کتب خانہ تو حکومت کی طرف سے قائم ہونا چاہئے۔ چنانچہ ملا صاحب نے اس کا ذکر نواب عماد الملک بہادر مشیر مدار المہام سے کیا اور نواب صاحب موصوف فوراً راضی ہو گئے اور سرکار میں قیام کتب خانہ کی تحریک فرمائی جو منظور ہوئی اور ۱۳۰۸ھ ۱۸۹۱ء میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل آیا گویا اس علمی خزانہ کی بنیاد بھی مولانا ہی کے خیال اور تحریک ہی سے پڑی گو تکمیل دوسروں کے ہاتھوں ہوئی ہو۔

مدرسہ نظامیہ

سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا کے چشمہ علم سے ملک کو سیراب کرنے کے لئے مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی جب یہ قائم ہوا ہے تو ابتداءً اس کی حیثیت ایک مکتب کی تھی مگر مولانا کی انتھک کوششوں اور آپ کے احباب کی امداد سے اس درجہ پہونچ گیا کہ دکن و ہندستان تو ایک طرف تمام اسلام میں مدرسہ نظامیہ اور اس کے ساتھ حیدر آباد دکن کی دھوم مچ گئی۔ یہی اسباب ہیں جن کی بناء پر نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی

مدرسہ نظامیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ابتداء میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اخراجات مدرسہ اہل خیر کی امداد پر چلتے رہے اور جب مولانا کے ابتلاء کا زمانہ ختم ہوا اور آپ حضور نظام اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خان غفران مکاں کی تعلیم پر مقرر ہوئے تو آپ بھی کثیر مقدار میں چندہ دیا کرتے تھے جوں جوں آپ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا گیا آپ چندہ کی مقدار میں بھی فرماتے تھے۔مولانا نے مدرسہ نظامیہ کی مالی کس قدر امداد کی اس کا ذکر پچھلے صفحات میں نہایت تفصیل سے آ گیا ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کر دیا جاتا ہے۔

آمدم برسر مطلب جوں جوں دن گزرتے گئے مدرسہ نظامیہ کی شہرت کے ساتھ ساتھ طلباء کی تعداد بھی بڑھتی گئی آخر نوبت بایں جارسید کہ صرف اہل خیر کی امداد پر مدرسہ کو چلانا مشکل ہوگیا اب دو صورتیں پیش تھیں یا تو طالب علم کو ناکام و نامراد رکھا جاتا یعنی طلباء کا داخلہ بند کر دیا جاتا یا اخراجات کی تکمیل کے لئے کوئی دوسری سبیل کی جاتی بالاخر ان اسباب سے مجبور ہو کر حکومت سرکار عالی سے امداد کی درخواست کی گئی جس کی بناء پر پہلے پہل ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ء میں پچاس (۵۰) ماہوار امداد منظور کی گئی مگر مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے یہ امداد بالکل ناکافی

www.shaikulislam.com

منظور ہوا اس طرح کئی بار اضافہ کی درخواست کی گئی اور منظور ہوئی حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ تخت نشین ہوئے اس وقت مدرسہ نظامیہ کو سرکار سے سات سو روپیہ امداد ملتی تھی اور حال یہ تھا کہ وہ بھی ناکافی اس پر مولانا نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں تمام حالات کا اظہار فرمایا جس کا علم دوست والی ملک کے درد بھرے دل پر بہت اثر ہوا اور شاہ والا جاہ نے اسی وقت کا امداد دو ہزار ماہوار کردی اور اس کے بعد مزید پانچ سو (صماء) کا اضافہ منظور فرمایا چنانچہ تا حال ڈھائی ہزار ماہوار امداد سرکار سے مل رہی ہے۔ مدرسہ نظامیہ پہلے پہل ۱۲۹۲ھ میں مولوی مظفر الدین صاحب معلیٰ مرحوم سابق مدرگار ناظم ٹپہ سرکار عالی کے مکان واقع افضل گنج میں قائم ہوا بعض ضرورتوں سے وہیں آس پاس دو تین مکانوں میں منتقل ہونے کے بعد دار الاقامہ کا انتظام کیا گیا تو ۱۳۰۲ء میں مولوی امیر الدین حسین صاحب مرحوم کے مکان واقع چپہ دروازہ میں منتقل کیا گیا۔ صاحب موصوف نے مدرسہ کو صرف مکان ہی نہیں دیا بلکہ حتی المقدور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح اس کی ترقی میں سعی کی اور ایک عرصہ تک بلا معاوضہ مہتمی کی خدمت انجام دی اس کے بعد بعض اسباب کی بناء پر نواب فیروز یار جنگ مرحوم کے مکان میں منتقل ہوا۔ گو

www.shaikulislam.com

نواب صاحب ممدوح کا مکان نہایت وسیع تھا جب کا عاریتاً لیا گیا اس
کے بعد سرکار عالی نے ۱۳۱۹ء میں شاہ گنج میں ایک وسیع اور پختہ مکان
مدرسہ کے لئے عنایت فرمایا مگر چند سال کے بعد وہ بھی نا کافی ہونے لگا
تو سرکار سے ایک مکان محلّہ شبلی گنج میں عنایت ہوا اور اس کی تعمیر و ترمیم کے
لئے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیے عنایت ہوئے شاہ گنج کا مکان مطبع دائرۃ
العارف کو مدرسہ کی جانب سے مستعار دیا گیا اور شبلی گنج کے مکان میں اس
وقت مدرسہ ہے مولانا کو مدرسہ سے اتنی محبت تھی ک جس کا بیان نہیں
۔باوجود سرکاری مصروفیات کے کچھ نہ کچھ وقت مدرسہ کے کام کے لئے
ضرور نکال لیتے ۔طلباء کا امتحان ہر ہفتہ لیتے ۔شوقین طلباء کو انعامات دیکر
حوصلہ افزائی کرتے ہفتہ میں دو ایک بار مدرسہ تشریف لاتے تعلیمی حالت کا
معائنہ فرماتے ۔عہدہ واران مدرسہ و مدرسین کو ہدایت دیتے مصروفیات کی
کثرت کے بعد ایک مجلس بھی قائم فرمائی تھی مگر اس پر بھی آپ کی توجہ
مدرسہ کی جانب سے کم نہیں ہوئی ۔مولانا ہمیشہ مدرسہ کو متوکلاً علی اللہ
چلاتے رہے جتنی آمدنی تھی اس سے زیادہ خرچ تھا کمی ہوتی تو اپنے پاس
سے صرف فرماتے آپ کے آخیر زمانہ میں جب مجلس انتظامی نے چاہا کہ
مدرسہ کے آمدنی کا ایک موازنہ مرتب کیا جائے تا کہ خرچ آمدنی سے

بڑھنے نہ پائے اور وقت نہ ہو تو آپ نے اراکین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات مدرسہ کے معاملہ ہمیشہ توکل کو پیش نظر رکھیں جس طرح کہ میں نے کیا ہے نہ میں نے کبھی طلباء کی تعداد معین کی خرچ کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خرچ کے ساتھ آمدنی بھی بڑھا دی مدرسہ نے ترقی کی اور طلبہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا۔ مولانا کے وصال کے سے کچھ دن پہلے راقم نے بحیثیت مہتمم مدرسہ ایک یاداشت مجلس میں پیش کی تھی کہ بہ لحاظ گرانی وحالات حاضرہ کے مدرسہ کی موجودہ آمدنی کافی نہیں ہے نیز مدرسین کی ماہواروں میں بھی اضافہ کی ضرورت ہے کیونکہ ایک طرف تو گرانی بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف محکمہ تعلیمات سرکار عالی میں نئے مدراس کھل رہے ہیں جس کی وجہ سے اچھے کام کرنے والوں کا فقدان ہو جائیگا اس لئے اضافہ آمدنی کے لئے کوشش کی جائے تو اس پر مجلس نے تجویز کی کہ ایک جلسہ عام کر کے قوم کو اس جانب متوجہ کیا جائے۔

چنانچہ مولانا کی صدارت میں ایک جلسہ ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ ۱۱ء

(۱) مدراس دینیہ کے قیام سے علمائے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملک میں کل مدارس دینی علوم کے ہوں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ملک میں چند مدارس ایسے بھی ہوں جو خالص علوم دین قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم دیا کریں اور

ان علوم کی امداد کے لئے منطق ،فلسفہ،اور معقولات بھی شریک رکھے جائیں ۔اس لئے میں نے درس نظامی کو لازم رکھا کیونکہ اس نصاب کو ہند کے اہل اللہ اصحاب جو ہندوستان مسلمانوں کے مزاج سے واقف تھے انہوں نے مرتب کیا ہے اور اب تک ہزارہا افراد اس نصاب سے تعلیم پا کر منجر علماء اور اہل اللہ بنے ہیں اس میں قسم کی تبدیل وترمیم نہ ہونی چاہیئے یہاں تک کہ اس نصاب کی تعلیم کے ساتھ کسی اجنبی زبان کی تعلیم بھی نہ ہونی چاہیئے ۔(۲) کارکنان مدرسہ کا یہ فرض ہوگا کہ ابتدائی تعلیم خاص اہتمام سے پڑھائیں تا کہ اعلیٰ تعلیم میں یہ تعلیم رو دئے سکے ۔(۳) مدرسہ نظامیہ میں جو طلبہ تعلیم پائیں ان سے کسی قسم کا معاوضہ لیا جائے بلکہ غیر مستطیع طلبہ کے قیام طعام اور لباس کا انتظام منجانب مدرسہ کا جائے ۔(۴) مدرسہ میں ہر ملک کے طلبہ کو شریک کیا جائے ۔(۵) مدرسہ نظامیہ اور تعلیم کے لئے جو اساتذہ مامور ہوں وہ سب کے سب اہل سنت والجماعت سے ہوں اور میرے ہم مشرب ہوں تو زیادہ بہتر ہوگا ۔(٦) میں نے اس مدرسہ کو توکل علی اللہ پر چلایا ہے اور آئندہ بھی اسی اصول پر مدرسہ کو چلایا جائے ایسی صورت میں غیب کی امداد شریک رہیں ۔(۷) یہ بھی واضح ککہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مدرسہ

www.shaikulislam.com

سے اب تک جو طلبہ مستفید ہوئے اس ان کا فرض ہوگا کہ وہ میرے بعد اس امانت (مدرسہ نظامیہ) کے اغراض ومقاصد کی حفاظت کریں اور کوشش کریں کہ اس مدرسہ میں زیادہ سے زیادہ طلبہ شریک رہیں۔ (۸) میرے بعد اس مدرسہ کا انتظام کس طرح رہیگا اس کا اہتمام منجانب اللہ تعالیٰ بہتر طریقہ پر ہونے کی توقع ہے جس پر مولانا مفتی رکن الدین صاحب اور مولوی مفتی سید محمود صاحب نے سچ ہے کہا اور کئی مرتبہ بلند آواز سے سچ ہونے کا اعلان کیا۔ م ۱۴؍ اور ذی بہشت ۱۳۲۷ء روز جمعہ منعقد ہوا گو مولانا کو سرطان کی وجہ سے سخت تکلیف تھی مگر اس جلسہ میں شرکت سے انکار نہیں فرمایا اور باوجود انتہائی تکلیف کے ختم جلسہ تک تشریف فرما رہے گویا یہ مولانا کی مدرسہ میں آخری تشریف فرمائی تھی جس کے ایک ہفتہ بعد آپ کا وصال ہوگیا اس جلسہ میں مجلس انتظامی کی پیش کردہ دو تجویزیں باتفاق آراء منظور ہوئیں

(۱) قوم سے چندہ کی درخواست کی جائے۔

(۲) سرکار میں اضافہ امداد کے لئے درخواست کی جائے۔

راقم نے اس جلسہ میں ایک مفصل رپورٹ پڑھی تھی جس میں مدرسہ کی ابتدائی ترقی اور موجودہ حالت اجمالاً بیان کی گئی تھی اس وقت ایسے طلباء کی

www.shaikulislam.com

تعداد جن کے اخراجات کا مدرسہ کفیل تھا تقریباً چار سو (۴۰۰) اور دوسرے طلباء کی تعداد (۵۰۰) جملہ (۹۰۰) تھی۔ اس کتاب میں پوری رپورٹ نقل کرنا تو باعث طوالت ہے البتہ اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے تاکہ قوم اندازہ کر سکے ک کوئی قومی کام سچے ہمدرد اور بے غرض مربی کی نگرانی میں کس طرح چل سکتا ہے اور جب اس میں خودغرضیاں آجائیں تو کس طرح تباہ ہوجاتا ہے اس رپورٹ کے بعض فقرے یہ ہیں۔ ''عربی کی باقاعدہ تعلیم ور ہائش طلبہ کے انتظام کو مفید طریقہ پر شروع ہوکر آج اکتیس (۳۱) سال ہوتے ہیں جس کی مختصر حالت اس وقت پیش ہے'' مدرسہ کے نصاب میں منطقی ، فلسفہ ،حدیث ، تفسیر ، فقہ ، اصول فقہ ، اصول حدیث ، مناظرہ ، معانی ، بلاغت ، ہیئت ، ہندسہ ، صرف ، نحو ، و کلام کی بہتر (۷۲) کتابیں ہیں جن تکمیل کے بعد متعلم فارغ التحصیل سمجھتا جاتا ہے۔ بہ لحاظ سہولیات مدرسہ اسی نصاب کے دو حصے کئے گئے ہیں ایک ضروری اور دوسرا التحصیل میں پورا نصاب شریک ہے اور ضروری میں ایک ثلث سے زائد کم کر دیا گیا ہے تاکہ جو طلبہ اپنے حوائج خانگی کے سبب سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے وہ ضروری نصاب ہی ختم کر کے چلے جائیں۔ چنانچہ اس اکتیس (۳۱) سال کے عرصہ میں مدرسہ نے ایک سو

ستاسی (۱۸۷) علماء ایسے پیدا کیے جنہوں نے نصاب تحصیل یا ضروری کی تکمیل کی اور مسلمانوں کی دینی و مذہبی ضروریات اچھی طرح پوری کر سکتے تھے اس کے علاوہ ایسے طلباء کی تعداد جو اس معیار کو پہونچے سے پہلے ہی اپنی ضروریات کے تحت تعلیم ختم کر دئے تھے بہت زیادہ ہے۔صرف اوسط طلباء کی تعداد جو مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور امتحان سالانہ میں کامیاب ہوئے ۱۳۰۸ء نعاتیہ ۱۳۲۶ف یعنی انیس سال میں (۱۹۲۹) ایک ہزار نو سوانیس تھی ۔تحتانی طلباء اس کے علاوہ ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل ہے پوری تفصیل سے بوجہ طوالت احتراز کیا گیا ہے۔یہ ہے مدرسہ کی ترقی اور اس کا عروج جس کو مولانا نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔آہ اب کہاں ہے وہ مدرسہ پر اپنا سب کچھ لٹانے والی ہستی کر سکتے کہ مولانا کی روح اس قومی بارآور درخت کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر کس قدر بے چین ہوتی ہوگئی۔یہاں یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل یہ ہے کہ مدرسہ نظامیہ مسلمانوں کے لئے قائم ہوا تھا اس کی کسی خاص جگہ سے کوئی خصوصیت نہیں تھی ۔مسلمان جہاں رہے وہی اس کا وطن ہے مولانا کا مطمع نظر تھا اسی لئے ناظرین ملاحظہ فرمائینگے کہ مدرسہ میں زیادہ تعداد غیر ملکی طلباء کی تھی اور مولانا بوجہ ان کی غربت اور وطن سے دور ہونے کے

زیادہ خیال فرماتے اور بلا روک ٹوک مدرسہ میں شریک فرما کران کے خوراک ولباس وغیرہ کا انتظام فرماتے چنانچہ (۱۸۷) اعلیٰ تعلیم یافتہ طلباء میں سے (۱۰۰) غیر ملکی (۸۷) ملکی ہیں مگر افسوس کہ مولانا کے وصال کے بعد اسلامی اخوت تو رہی ایک طرف جذبہ دینی ایک طرف ملکی اور غیر ملکی ہے خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے اس کو اعداء کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

شعبہ تقریر

تعلیم کے علاوہ مدرسہ میں تقریر ووعظ کی مشق کرانے کا بھی باضابطہ انتظام تھا ۱۳۲۳ھ سے معلم صاحبان خاص اس کا پر مامور تھے ہفتہ میں دو مرتبہ اوعظ واعلیٰ طلباء کو مضمون دیا جاتا وہ اس مدت میں تیار ہوجاتے اور مقررہ وقت پر تمام مدرسہ کے طلباء جمع ہوتے اور مقرر کھڑے ہوکر تقریر شروع کرتا۔ ختم تقریر معلم صاحب مقرر کی غلطیوں کی اصلاح اور ہدایات سے (جو قلم بند کی جاتیں) اس کو واقف کراتے یہ ایسا طریقہ تھا جس سے بہت تھوڑے مدت میں طلباء اچھے مقرر ہوجاتے تھے۔

www.shaikulislam.com

دارالافتاء

بہ حیثیت مذہبی درسگاہ ہونے کے لوگ اکثر مذہبی مسائل دریافت کرتے تھے بعد میں اس کثرت سے استفتاء آنے شروع ہوئے کہ مدرسہ کو اس کا ایک علحٰدے شعبہ قائم کرنا پڑا چنانچہ غرہ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ م ۱۳۲۰ھ ف میں دارالافتاء قائم ہوا اور اس نے قوم ملک و دین کی کس طرح خدمت کی وہ مشہور عالم اور اظہار سے مستغنی ہے اب تک جو ابات کے تین حصے فتاوائے نظامیہ کے نام سے شائع اور ملک میں بیحد مقبول ہوئے ہیں۔

"مدرسہ نظامیہ سے حضرت اقدس و اعلیٰ کی محبت" آخر میں اس بات کا ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع نظام الملک سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر فرمانروائے دولت آصفیہ صانہا اللہ عن الشرور والفتن کو مدرسہ نظامیہ سے کتنا گہرا قلبی تعلق ہے۔ مولانا کی زندگی میں تو اس جانب خاص توجہ تھی اکثر طلباء مدرسہ کو مدعو فرماتے تحائف سے سرفراز فرماتے میوہ خاصہ تک روانہ فرماتے مولانا نے جس بات کے متعلق عرض کیا شاہ والا جاہ نے منظور فرمایا کئی مدرسہ کی جانب سے کم

نہیں ہولت چنانچہ مدرسہ کے متعلق فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۲۲ ر ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں ارشاد ہے کہ مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم وفاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دینوی معاملات سے احتراز کیا یعنی مولانا انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم ومغفور ''چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اور ان کے بعد کی یادگار ہے لہذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء و بہبود کی طرف متوجہ ہوں'' مگر افسوس اس کا ہے کہ ایک قومی مدرسہ کو جو سالہاسال سے قوم ودین کی خدمت کرر ہا ہے جو ایک زبردست عالم باعمل کی یادگار ہے اور جس کی جانب شاہ علی مرتبت کی اتنی توجہ ہے ایسے لوگ مٹانے کی فکر میں ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان اور اس ریاست ابدرت کا وفادار نمک خوار سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کو آئے دن نئے نئے مصائب سے دو چار ہونا پڑتا ہے او ربجائے اس کے یہ بار آور درخت خوب پھلے پھولے اندر ہی اس کی جڑیں کھوکھلی ہوتی جارہی ہیں قوم سے استدعاء ہے کہ مدرسہ کی بقاء وارتقاء میں جان ودل سے کوشش کریں کیونکہ ملک میں ہی ایک درسگاہ دین وعلم دین کی محافظ ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم نازل فرمانے والے خدا سے دعا ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس خادم دین کو

حسادواعداء کے فتنہ وفساد سے مامون ومنعون رکھے آمین۔

فیض روحانی

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولانا کو اپنے والد ماجد اور حضرت الحافظ الحاج مولانا امداداللہ صاحب سے تمام سلاسل میں بیعت وخلافت حاصل تھی مگر آپ نے خود کسی کو اپنے سے بیعت کرنے کے لئے نہیں فرمایا۔اگر کوئی شخص خود درخواست کرتا تو فرماتے ''میں اس قابل نہیں ہوں کسی اور (قابل بزرگ) سے بیعت کرلو تو بہتر ہوگا'' اس کے بعد بھی اگر کوئی اصرار کرتا تو شریک سلسلہ فرمالیتے آپ عموماً سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے اگر طالب کی خواہش کسی دوسرے سلسلے میں شریک ہونے کی ہوتی تو آپ اس کی مرضی کے مطابق اسی سلسلے میں شریک فرماتے تھے طالب کی طلب پر اذکار سلسلہ بھی تلقین فرماتے تھے اگر کسی کو حصول معارف وحقائق کا شوق ہوتا تو اس کو فتوحات مکیہ کے درس میں شریک ہونے کی ہدایت فرماتے۔

اقوال

عموماً ذی علم اشخاص کو ہدایت فرماتے کہ اورادواذکار کے بجائے ہمیشہ

علوم دینیہ کی تعلیم و تعلم اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہیں کیونکہ اس کے برابر کوئی عبادت باعث تقرب الٰہی نہیں ہے۔ راقم نے بارہا آپ سے تلقین اذکار کی خواہش کی مگر جب کبھی آپ کوئی ذکر تلقین فرماتے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے کہ دین کی خدمت کرو اس میں چنداں مصروف ہونے کی ضرورت نہیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ابتداءً ذکراذکار کیا کرتا تھا مگراب اس کے بدلے اس وقت کو علم دین کی خدمت میں صرف کرتا ہوں کیونکہ ذکر سے انجلا باطن ہوتا ہے اور انسان کو اپنے مدارج معلوم ہوتے ہیں جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں رعونت نہ آجائے عبادت سے محض تقرب الٰہی مقصود ہے اور بعد ادائی فرض کے افضل عبادت تحصیل علم دین اور اس کی اشاعت ہے اگر کوئی شخص اس میں مصروف ہو تو اس کے مدارج روز افزوں ترقی کرتے ہیں گو اس کو اس کا علم نہ ہو اور خدا اور رسول کی خوشنودی اور قربت حاصل ہو جاتی ہے۔ مولانا کو مدرسہ نظامیہ کے طلباء سے بہت محبت تھی چنانچہ سال میں دو تین مرتبہ تمام طلباء کو کسی باغ یا تفریح گاہ میں لے جاتے دو تین روز تک قیام فرماتے وہاں ان سے تقریریں مناظرہ اور بہت بازی کے مقابلے کراتے طلباء جب اس سے تھک جاتے تھوڑی دیر ان کو کھیلنے کی اجازت تھی دیتے

تھے۔ایک دفعہ بچے کے سامنے لون پاٹ کھیل رہے تھے۔راقم پاس تھا فرمائے ''بتلاؤ اس میں امتیاز شرعی کیا ہے'' یعنی اس سے انسان کیا نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔راقم نے عرض کیا کہ خادم کی فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے آپ نے فرمایا کہ اس کھیل کا خاصہ یہ ہے کہ ایک فریق اپنے مخالفین سے بچکر نکل جائے اور وہ اس کو چھونے نہ پائیں اسی طرح خدائے عزوجل کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان اس طرح بچ کر خدا تک پہونچ جائے انسان کے مخالفین اس کو چھونے بھی نہ پائیں۔راقم پر اس کا بے حد اثر ہوا اور خیال کیا کہ یقیناً آپ کا کوئی وقت یاد حق سے خالی نہیں رہتا اور آپ ہر بات سے کوئی نہ کوئی عبرت حاصل فرماتے ہیں۔آپ جس طرح اپنے معاملات میں اللہ عزوجل کی ذات پر بھروسہ فرماتے تھے اسی طرح مدرسہ نظامیہ کے معاملہ میں بھی توکل پیش نظر تھا آپ نے بارہا راقم الحروف سے فرمایا کہ خرچ کو ہمیشہ آمد سے زائد رکھنا چاہئے تاکہ احتیاج الی اللہ باقی رہے (ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جنکے پیش نظر ہمیشہ خدائے تعالیٰ اور اس کا قادر مطلق اور رازق ہونا ہو۔ورنہ ہم جیسوں کے لئے تو ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً ہی بہتر ہے) وفات سے کچھ روز پہلے جب آپ نے مدرسہ کی مجلس انتظامی بدلی

www.shaikulislam.com

تھی تو بعض اراکین نے چاہا کہ مدرسہ کا ایک موازنہ مرتب کریں اور اخراجات کو اس سے بڑھنے نہ دیں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک بات کہتا ہوں غالباً آپ حضرت اس کو پسند نہیں فرمائیں گے وہ یہ کہ جس طرح میں نے مدرسہ کو توکل پر چلایا ہے اسی طرح آپ بھی عمل فرمائیں۔ آپ حضرت کو معلوم ہے کہ نہ میں میں کبھی طلباء کی تعداد مقرر کی نہ ان کے اخراجات کا کوئی اندازہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک برابر طلباء کی تعداد بڑھتی ہی رہی ہے اور اضافہ طلباء کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمدنی بھی بڑھادی۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ جس کا نتیجہ آج آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تو اضافہ طلباء کے بدلے روز بروز اضافہ عملہ ہی ہوتا ہے اور طلباء کی تعداد دن بدن گھٹتی جارہی ہے۔

ظاہری

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ قوم کی نظروں میں مولانا کی کیا وقعت تھی اور آپ کے ظاہری مراتب کیا تھے ان کا بالتفصیل اظہار بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔ البتہ ایک فرمان شاہی جو پچھلے مدرسہ نظامیہ کے عنوان میں گزر چکا اور دوسرا جو مولانا

کے وصال کے بعد شرف نشر پایا تھا۔نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس سے اور عنوان مدرسہ نظامیہ میں گزرے ہوئے فرمان مبارک سے اندازہ ہوسکے کہ مولانا کی شاہ دکن اعلیٰ حضرت آصفہ جاہ سابع کی نظروں میں کیاوقعت تھی۔

باطنی

اگر چہ کہ کسی کے مدارج باطنی ہر شخص پر ظاہر نہیں ہوسکتے مگران لوگوں میں بھی جو بصیرت سے محروم ہیں تین قسم لوگ ہیں۔(۱) ایک تو وہ جو خوش اعتقادی کی وجہ سے یقین کر لیتے ہیں (۲) دوسرے وہ جو نہ یقین ہی کرتے ہیں نہ انکار (۳) اور تیسرے وہ جو بہ سبب جہل انکار پر اڑے رہتے ہیں۔اور بہ بانگ دہل کہتے ہیں کہ چیز کا علم ہم کونہیں ہے وہ ہو ہی نہیں سکتی اس کا خلاصہ یہ ہے۔خود خداوندئے دو عالم کلام پاک میں فرمایا ہے۔وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جاہل دوسری عالم کی قابلیت کا اندازہ کرے یا ایک فن کا ماہر دوسرے فن والے کے کمالات کا انکار کرے جس میں خود اسے کچھ دخل نہیں۔مثال کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دیہاتی جس نے کبھی ہوائی جہاز نہ دیکھا ہو یہ کہ ایک ایسی کل بھی ہے جس میں بیٹھ کر آدمی ہوا میں پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہیں اور وہ ا

س کا انکار کرے تو دینا کیا کہے گی۔بس یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے۔خیر ہم کو تو اس سے بحث ہی نہیں کہ کوئی اس کا یقین کرے یا نہ کرے عدم علم سے شئی کا عدم لازم نہیں آتا ہم تو حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔اس لئے مشتے از خروارے کچھ تھوڑے سے حالات لکھتے ہیں تاکہ تفصیل باعث تطویل نہ ہو۔نجیبہ بیگم صاحبہ آپ کی ایک مریدہ ہیں جن کو مولانا سے رشتہ داری بھی تھی کثرت ذکر سے ان کا قلب اتنا صاف ہو گیا تھا کہ ان کے انکشاف صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا نے بھی راقم سے بارہا فرمایا تھا۔اس لئے وصال کے بعد راقم نے ان سے خواہش کی کہ آپ مولانا کے کچھ مراتب باطنی بیان فرمائیں تاکہ درج سوانح کروں۔چنانچہ بی بی صاحبہ نے فرمایا میں نے جب کبھی مراقبہ میں مولانا کا تصور کیا ہے تو آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں ابرو سے نور کی زبردست شعائیں نکل کر آسمان تک جارہی ہیں اور آپ بے خود ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کہ یہ مرتبہ محض اعلاء کلمۃ الحق اور اشاعت دین مصطفوی کی وجہ سے حاصل ہوا۔بی بی صاحبہ ہمیشہ فتوحات مکیہ کے حلقہ درس سے استفادہ کے لئے

قریب کے ایک کمرہ میں بیٹھتیں اور سنتیں تھیں۔ان کا بیان ہے کہ میں نے بارہا حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کو حلقہ درس میں تشریف لاتے دیکھا ہے۔کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے کبھی بیٹھ بھی جاتے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا تھا ایک دفعہ بروقت درس حضرت سردار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرماہیں اور مولانا درس دے رہا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی درس میں مصروف ہیں ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رک جاتے تھے میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں آپ کے رک جانے سے آنحضرت نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ مضمون سے قاصر ہوگیا ہے اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی جب توجہ پاک سے مضمون حل ہوگیا تو رسول انور نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقہ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی۔

تصرفات

حضرت علیہ الرحمہ کے ایک شاگرد مولوی عبد الصمد صاحب شاہ نوازی نے راقم سے کہا کہ ایک رات میں سو رہا تھا اور مولانا مطالعہ کتب میں مصروف تھے نیند میں یکا یک میرے قلب میں بے چینی محسوس ہوئی اور اس قدر شدت سے کہ میں سو نہیں سکا جب اٹھ کر بیٹھا تو مولانا نے فرمایا کہ تھوڑا پانی پلا دو تعمیل حکم کے بعد جب لیٹا تو وہ بے چینی رفع ہو چکی تھی اور آرام سے سو گیا دوسرے روز صبح کو مولانا نے حلقہ درس کے بعد بعض مخصوص تلامذہ سے فرمایا کہ رات مجھے پیاس لگی دیکھا تو کوئی موجود نہیں تھا۔ البتہ ایک صاحب سو رہے تھے خیال آیا کہ واقعات سے ثابت ہے کہ بزرگانِ دین تصرف قلبی سے اپنے ارادوں کو پورا کرلیا کرتے تھے اس لئے میں بھی سونے والے صاحب قلب پر اثر ڈالا چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور میں ان سے پانی منگوا کر پیا۔ (۲) نجیبہ بیگم صاحبہ پر جن کا ذکر اُوپر آیا ہے اکثر جذبی کیفیت طاری ہوتی تھی اور ایک دوسری کیفیت طاری ہوتی تھی جو جلالی کیفیت کہلاتی ہے وہ مختلف بزرگانِ دین کی ہوتی تھی تو وہ فرماتے ہیں کہ ییک دفعہ میں نے خیال کیا کہ مجھ

پر مولانا علیہ الرحمہ کی جلالی کیفیت طاری ہے اس تصور کے ساتھ ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کو برداشت نہیں کرسکی اس قدر بے چین اور تمام جسم میں سوزش شروع ہوئی کہ رات کاٹنی دوبھر ہوگئی اس وقت مولانا نے اپنا رومال مجھ پر پھینک دیا جس سے میری سب کیفیت جاتی رہی اور سکون ہوگیا۔

(۳) جس وقت مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو دفن کے لئے مقام کے انتخاب میں اختلاف پڑا اکثر اصحاب کی رائے تھی کہ خاندانی قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ راقم کا خیال تھا کہ اگر مدرسہ نظامیہ ہی میں دفن کئے جائیں تو بہتر ہے چنانچہ اکثر حضرات کی رائے کے خلاف جن میں ورثاء بھی شامل ہیں۔ مدرسہ نظامیہ ہی میں آپ کا دفن ہونا میری رائے میں آپ کے تصرفات میں سے ہے۔ اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ سے جو اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے اجازت حاصل کرنے میں بہت دقتیں اٹھانی پڑیں جواب آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مایوسی ہوگئی تھی۔ کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ مسجد سے جنازہ کہاں جائے گا۔ مگر یہ مولانا ہی کے تصرفات تھے کہ اجازت آ ہی گئی اور جنازہ بھی بغیر کسی کے کچھ کہے سنے مدرسہ نظامیہ پہونچ گیا۔ گویا یہ مولانا کو پسند نہ آیا کہ تمام عمر جس قوی

www.shaikulislam.com

درسگاہ کی ترقی کے دھن میں رہے ہوں مرنے کے بعد اس سے دور رہیں۔

تلامذہ

یوں تو مولانا کے شاگرد اتنے زیادہ ہیں کہ انکی صحیح تعداد معلوم کرنی مشکل ہے تاہم جو معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج کیئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت غفران مکاں نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس

۲۔ اعلی حضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر سلطان العلوم شہر یار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

۳۔ پرنس نواب میر حمایت علی خان اعظم جاہ والا شان بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ

۴۔ پرنس نواب شجاعت علی خان معظم جاہ والا شان بہادر

۵۔ حضرت مولوی محمد مظفر الدین صاحب مغلی محروم سابق مددگار ناظم ٹپہ

۶۔ حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب قادری مرحوم سابق مددرگار ناظم نظم جمعیت

۷۔ حضرت مولوی قاضی محمد شریف الدین صاحب استاد شہزادگان بلند اقبال و شہزادیاں فرخ فال

www.shaikulislam.com

۸۔ حضرت مولوی سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم استاذ نواب صلابت جاہ و نواب بسالت جاہ بہادر مرشد زادگان۔

۹۔ مولوی خواجہ محمد مخدوم میاں صاحب مرحوم

۱۰۔ مولوی امیر الدین حسین صاحب مرحوم برادر قاضی پونیر سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ

۱۱۔ مولوی سید احمد صاحب قادری فرزند حضرت محی الدین پاشاہ صاحب مرحوم

۱۲۔ مولوی غلام احمد صاحب مرحوم سابق صوبہ دار ورنگل وظیفہ یاب

۱۳۔ مولوی مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب مرحوم سابق ناظم محلات مبارک

۱۴۔ مولوی محمد عبد الرحیم صاحب مرحوم وکیل مختار عالم پالونچہ

۱۵۔ مولوی حسن علی صاحب طلسمی مرحوم وکیل درجہ اول

۱۶۔ مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب سابق مہتمم صدر شفاخانہ وظیفہ یاب

۱۷۔ مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم مہتمم اعراس

۱۸۔ مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب آصفی منتظم دفتر معتمدی صرف خاص مبارک

۱۹۔ مولوی شاہ محمد صاحب شطاری شیخ الادب مدرسہ نظامیہ

۲۰۔ محمد عبد الکریم خان صاحب سابق منتظم درگاہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ

۲۱۔ مولوی سید محمود صاحب مفتی میسرم فارغ التحصیل مدرسہ نظامیہ

www.shaikulislam.com

۲۲۔ مولوی حافظ غلام حسین صاحب سابق ناظم پائیگاہ سرو قار الامراء بہادر

۲۳۔ مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعت العلوم

۲۴۔ مولوی حکیم محمد عبد القادر صاحب مہتمم شفا خانہ یونانی سرکار عالی

۲۵۔ مولوی میر عبد القدیر صاحب وکیل

۲۶۔ مولوی سید یوسف حسینی صاحب سابق معتمد دائرۃ المعارف

۲۷۔ مولوی حکیم سید حیدر حسینی صاحب مدرس مدرسہ طیبہ سرکار عالی

۲۸۔ مولوی سید صلاح الدین صاحب شطاری

۲۹۔ مولوی محمد اکرم علی صاحب تحصیلدار پرگی

۳۰۔ مولوی حکیم محمد حسین سابق طبیب مدرسہ نظامیہ

۳۱۔ مولوی سید غوث الدین صاحب قادری سابق شیخ الفقہ مدرسہ نظامیہ

۳۲۔ مولوی محمد عبد الصمد صاحب شاہ نوری

۳۳۔ مولوی محمد عبد الرشید صاحب مدرس مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج

۳۴۔ مولوی احمد عبد العلی صاحب سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ

۳۵۔ مولوی سید شاہ برہان اللہ حسینی صاحب سجادہ قندہار

۳۶۔ راقم محمد رکن الدین غفرلہ